87

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یأتیک من کل فج عمیق ۔ یأتون من کل فج عمیق

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۲۵۴

سالانہ نمبر

فون نمبر ۴۹

روزنامہ

الفضل ربوہ

ایڈیٹر روشن دین تنویر

The Daily
ALFAZL
RABWAH

شرح چندہ

سالانہ	۲۶ روپے
ششماہی	۱۴ ″
سہ ماہی	۸ ″
ماہوار	۳ ″
جلسہ نمبر سالانہ	۶ ″
فی پرچہ	۱۲ پیسے

شرح چندہ

سمندری ڈاک بیرون	۴۷ روپے
اسلامی ممالک	۳۷ ″
ہوائی ڈاک انگلستان وغیرہ	۲۶۲ ″
انگلستان وغیرہ	۲۰۲ ″

قیمت فی پرچہ ایک روپیہ

جلد ۵۲/۱۷ | ۲۶ فتح ۱۳۴۲ ہش ۸ شعبان ۱۳۸۳ھ ۔ ۲۶ دسمبر ۱۹۶۳ء | نمبر ۳۰۲

”امام کامگار“

اسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح ☆ نیز بشنو از زمیں آمد امام کامگار
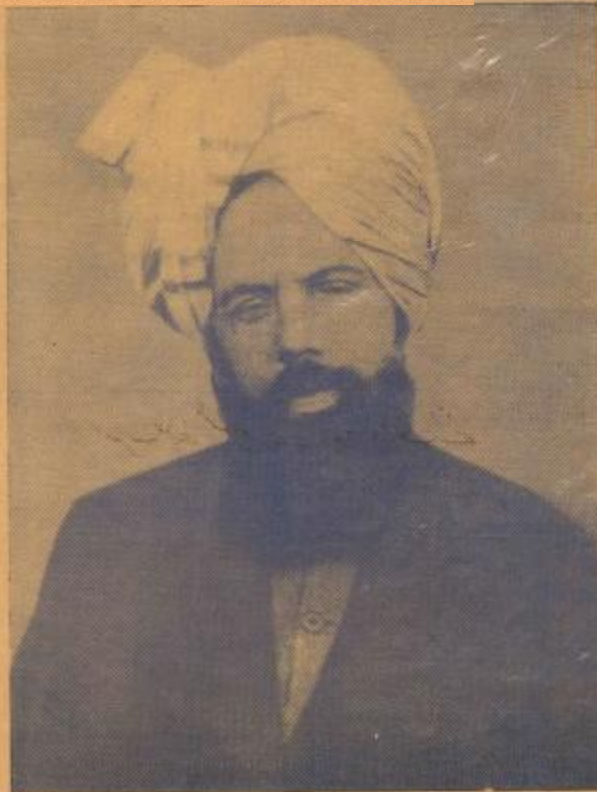
حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفضل دارالرحمت غربی ربوہ سے شائع کیا

اک شجر ہوں جس کو داؤدی صفت کے پھل لگے (حضرت مسیح موعودؑ)

محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب
صدر، صدر انجمن احمدیہ

محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب
ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب
وکیل اعلیٰ تحریک جدید

مرے مولیٰ مری یہ اک دعا ہے
تری درگاہ میں عجز و بکا ہے
مری اولاد جو تیری عطا ہے
ہر اک کو دیکھ لوں وہ پارسا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

تری قدرت کے آگے روک کیا ہے
وہ سب دے ان کو جو مجھ کو دیا ہے
وہ ہوں میری طرح دیں کے منادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب
چیف میڈیکل آفیسر فضل عمر ہسپتال ربوہ

محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب
ناظم ارشاد وقف جدید

محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب
صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

روزنامہ الفضل ربوہ
سالانہ نمبر ۱۹۶۳ء

کشجرۃ طیبۃ اصلها ثابت وفرعها فی السماء

اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ کی مثال ایسے درخت سے دی ہے جس کی جڑیں زمین میں مضبوط گڑی ہوتی ہیں جس کو کوئی جنبش اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتی اور نہ کوئی آندھی اکھاڑ سکتی ہے اور جس کی شاخیں آسمان تک پھیلتی چلی گئی ہوں۔ جس طرح ایسا درخت ایک مستقل حقیقت رکھتا ہے اور بلندیوں میں پھیلتا چلا جاتا ہے بعینہٖ اسی طرح کلمہ طیبہ جس کا مطلب کلام الٰہی یا دوسرے لفظوں میں روحانی سلسلہ سمجھنا چاہیئے۔ خدا تعالیٰ کی کائنات میں اپنی ٹھوس اور مضبوط جڑوں سے قائم ہوتا ہے اور اپنے پھیلاؤ میں آسمان کی رفعتوں تک پہنچتا ہے۔ یہ اسلام کا درخت ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسانیت کے ارتقاء کے لئے لگایا ہے جب سے انسان پیدا ہوا ہے اس وقت سے یہ درخت بھی نشوونما پا رہا ہے اور جس طرح درخت پر خزاں کے دن آتے ہیں جب اس کے پتے زرد پڑ جاتے ہیں اور خشک ہوکر ٹہنیوں سے گر جاتے ہیں اسی طرح کلمہ طیبہ پر بھی موسم خزاں آتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے کلمہ طیبہ کا آغاز ہوا ہے۔ جو ہدایت آپ کو دی گئی تھی وہ بھی اسلام تھا۔ شروع شروع میں ہر درخت کی طرح یہ بھی اپنا ابتدائی نشوونما میں تھا۔ اس کی جڑیں اتنی مضبوط نہیں تھیں۔ اس کا پھیلاؤ اتنا وسیع نہیں تھا اور موسم خزاں میں اس پر بھی بے رونقی کے دن آتے تھے مگر جس طرح درخت خزاں کے بعد پھر ہرا ہونے لگتا ہے۔ پہلے سے زیادہ مضبوط ہوتا جاتا ہے پہلے سے اس کا پھیلاؤ بڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کلمہ طیبہ کو بھی ہر خزاں کے بعد از سر نو تازہ کرتا رہا ہے وہ یکے بعد دیگرے اپنے مامور بھیجتا رہا ہے یہی اس روحانی درخت پر پھر موسم بہار آنے کے مترادف ہے۔ ہر مامور کے وقت میں ایک کے بعد دوسرا آتا رہا ہے۔ یہ روحانی درخت بھی زیادہ سے زیادہ مضبوط ہوتا چلا گیا ہے اور اس کا پھیلاؤ بھی بڑھتا چلا گیا ہے۔ تاآنکہ سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وجود میں یہ اپنے انتہائے کمال کو پہنچ گیا۔ کلمہ طیبہ کا پودا پورا جوان ہوگیا اب اسکی جڑیں زمین میں اتنی مضبوط ہوگئیں کہ کوئی جنبش کوئی طاقت اس کو اپنی جگہ سے نہ تو ہلا سکتی ہے اور نہ اس کی جڑوں کو زمین سے اکھاڑ سکتی ہے۔ دنیا اپنے جھکڑ اپنے طوفان چاہے کتنی طاقت کے ساتھ اٹھائے۔ اب یہ درخت پوری مضبوطی سے ایک مستقل حیثیت اختیار کرچکا ہے۔ اس کا پھیلاؤ انتہائے کمال کو پہنچ چکا ہے اس کی بلندی آسمان کے بلند ترین کناروں کو چھونے لگی ہے۔ اب اس کی شاخیں محدود نہیں رہیں یہ ایک غیر محدود وجود اختیار کرچکا ہے۔

مارِ نبوت را بود خشد اختتام

سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اسی لئے خاتم النبیین کے خطاب سے سرفراز کئے گئے ہیں کہ کلمہ طیبہ کی ہر قسم کی نشوونما آپ کے وجود میں نمایاں ہوچکی ہے۔ اب اس میں روحانیت کے پھل کمال یک رنگی کے ساتھ لگتے رہیں گے۔ اب اس میں کسی قسم کی خامی باقی نہیں رہ گئی۔ تاہم مرورِ زمانہ کے اثرات جو کائنات کی فطرت میں رکھے گئے ہیں اس پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس پر بھی خزاں کا دور اسی طرح آتا ہے جیسا کہ ہر درخت پر آتا ہے۔ جس طرح درخت اپنی پوری جوانی کو پہنچ کر بھی موسم کے اثرات کو قبول کرتا ہے اسی طرح یہ روحانی درخت بھی کائناتی تغیرات سے متاثر ہوتا ہے۔ اس کے پتے بھی زرد پڑ جاتے ہیں اور خشک ہو کر گرتے ہیں اس کی شاخیں بھی مرجھا جاتی ہیں لیکن یہ عارضی دور بھی دراصل ایک الٰہی حکمتوں کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ خزاں کے بعد جب درخت پر پھر بہار آتی ہے تو اس کی شاخیں اور بھی تروتازہ ہوجاتی ہیں اور ان شاخوں سے کونپلیں پھوٹتی ہیں جو چند ہی دنوں میں پتوں کی شکل اختیار کرلیتی ہیں پھر اس میں پہلے سے بھی زیادہ پھول لگتے ہیں اور پہلے سے بھی زیادہ رسیلے پھل ابھر آتے ہیں جو پکتے ہیں اور پچھلے سال کے پھلوں سے جسامت میں بھی بڑے۔ رنگ میں بھی زیادہ خوشنما۔ خوشبو میں بھی زیادہ دلآویز ذائقہ میں بھی زیادہ میٹھے اور رسیلے ہوتے ہیں۔ اور ان کی مقدار بھی پہلے سے بہت جاتی ہے۔

یہی حالت روحانی درخت۔ کلمہ طیبہ کی نخل اسلام کی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اپنی حکمت اپنی قدرت سے ہر خزاں کے بعد اس درخت کو اور بھی کمالات بخشتا ہے۔ جس طرح ایک باغبان اپنے لگائے ہوئے پودے کی ہر طرح کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ اس کو ہر بیماری سے بچانے کی کوشش کرتا۔ اس کی باقاعدہ آبیاری کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے لگائے ہوئے کلمہ طیبہ کے درخت کی نگہبانی کرتا ہے جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون

یعنی یہ کلمہ طیبہ کا درخت ہم نے لگایا ہے ہم نے ہی اس کو پروان چڑھایا ہے اب ہم ہی آئندہ رہتی دنیا تک اسکی حفاظت بھی کریں گے۔ اس کا طریق بھی اللہ تعالیٰ نے مخبر صادق کے ذریعہ بتا دیا ہے۔

ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا

یعنی اللہ تعالیٰ اس امت محمدیہ میں ہر سو سال کے سر پر ایک مامور مبعوث کرتا رہے گا جو اس کے لئے اس کے دین کی تجدید کیا کریں گے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کلمہ طیبہ کے درخت پر جب خزاں چھا جائے گی از سر نو بہار لائے گا۔ وہ ایسے انسان برپا کرے گا جو اس پودے کی رکھوالی کریں گے۔ اسکی آبیاری کریں گے اور یہ درخت از سر نو ہرا بھرا ہو کر لہلہانے لگے گا۔ خوشنما پھول نمودار ہوں گے اور میٹھے اور رسیلے پھل کثرت سے اسکو لگیں گے۔ یہ مامورین مجددین کہلائیں گے کیونکہ وہ اسلام کا احیاء و تجدید کریں گے۔ چنانچہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تقریر و تحریر میں اس حقیقت کو نئے نئے پیرایوں سے بیان فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:-

"ہر ایک نئی صدی جو آتی ہے تو گویا ایک نئی دنیا شروع ہوتی ہے اس لئے اسلام کا خدا جو سچا خدا ہے ہر ایک نئی دنیا کے لئے نئی شان دکھلاتا ہے۔"
(آئینہ کمالات اسلام)

"مستعد اور سعید فطرتوں کے لئے ضروری تھا کہ وہ صدی کا سر آنے پر نہایت اضطراب اور بیقراری کے ساتھ اس مردِ آسمانی کو تلاش کرتے اور اس آنے والے کیلئے ہمہ تن گوش ہوجاتے جو انہیں یہ مژدہ سناتا کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے وعدہ کے موافق آیا ہوں۔"
(الحکم)

آپ نے جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق اسی لئے کھڑا کیا ہے کہ اس کے ذریعہ آپ کی بعثت کا عظیم الشان مقصد پورا ہو۔ ہمارا یہ جلسہ سالانہ اسی عظیم الشان منزل کا ایک سنگ میل ہے۔ یہ سالانہ جائزہ ہے جس سے ہم پتہ لگا سکتے ہیں کہ جو کام اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ہمارے سپرد کیا ہے۔ ہم نے ایک سال میں اس میں کتنی ترقی کی ہے۔ اس شجرہ طیبہ کو کتنا پھل لگا ہے۔ اور گذشتہ سال سے کتنا زیادہ لگا ہے۔

کھجور کا درخت اور ربوہ

میرے آقا کے وطن کے اے نخیلِ باوقار
ربوہ کی آب و ہوا بھی ہے تجھے کیا سازگار
میرے دل میں بھی دمادم اٹھتی ہے اکثر تڑپ
جھومتی ہے جس طرح تجھ پر سدا فصلِ بہار
دینِ حق کے واسطے یہ خاک بھی زرخیز ہے
ہوتے ہیں پیدا یہاں بھی مصطفےٰؐ کے جاں نثار
صبحیں ہوتی ہیں یہاں روشن اذاں کے نور سے
گونجتے ہیں رود بار و دشت زار و کوہسار
استقامت کا نشاں ہیں تیرے بار و برگ و شاخ
نیزے کی صورت درشت و مستقیم و استوار
جھکڑوں کے سامنے جھکتا نہیں ہے تو کبھی
تیغِ صرصر کر نہیں سکتی ترا سینہ فگار
تیرے پتے لا الٰہ ہیں اور الا اللہ ثمر
اصل ثابت اور شاخیں آسماں سے ہمکنار
اے محمدؐ کی رسالت کے گواہِ چشم دید
دیدۂ تنویر کو ہے دید تیری خوشگوار

منظوم کلام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اسلام کی ترقی کیلئے اللہ تعالیٰ کے حضور دردمندانہ دعا

دن چڑھا ہے دشمنانِ دیں کا ہم پر رات ہے
اے مرے سورج نکل باہر کہ میں ہوں بے قرار

اے مرے پیارے فدا ہو تجھ پہ ہر ذرہ مرا
پھیر دے میری طرف اے سارباں جگ کی مہار

کچھ خبر لے تیرے کوچہ میں یہ کس کا شور ہے
خاک میں ہوگا یہ سر گر تُو نہ آیا بن کے یار

فضل کے ہاتھوں سے اب اِس وقت کر میری مدد
کشتیٔ اسلام تا ہو جائے اِس طوفاں سے پار

میرے زخموں پر لگا مرہم کہ میں رنجور ہوں
میری فریادوں کو سُن میں ہو گیا زار و نزار

دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعفِ دینِ مصطفیٰؐ
مجھ کو کر اے میرے سُلطاں کامیاب و کامگار

کیا سُلائے گا مجھے تُو خاک میں قبل از مراد
یہ تو تیرے پر نہیں امید اے میرے حصار

یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
اِس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سُن لے پکار

قوم میں فسق و فجور و معصیت کا زور ہے
چھا رہا ہے ابرِ یاس اور رات ہے تاریک و تار

ایک عالم مر گیا ہے تیرے پانی کے بغیر
پھیر دے اب میرے مولیٰ اس طرف دریا کی دھار

اب نہیں ہیں ہوش اپنے اِن مصائب میں بجا
رحم کر بندوں پہ اپنے تا وہ ہوویں رستگار

کلماتِ طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

توبہ کی حقیقت اس کا اعلیٰ مقام اور اس کے عظیم الشان ثمرات

توبہ ایک موت کو چاہتی ہے جس کے بعد انسان کو ایک نئی زندگی دی جاتی ہے

"دیکھو جس قدر آپ لوگوں نے اس وقت بیعت کی ہے اور جو پہلے کر چکے ہیں ان کو چند کلمات بطور نصیحت کے کہتا ہوں، چاہیئے کہ اسے پوری توجہ سے سنیں۔

آپ لوگوں کی یہ بیعت بیعت توبہ ہے۔ توبہ دو طرح کی ہوتی ہے ایک تو گزشتہ گناہوں سے یعنی ان کی اصلاح کرنے کے واسطے جو کچھ پہلے غلطیاں کر چکا ہے ان کی تلافی کرے اور حتی الوسع ان بگاڑوں کی اصلاح کی کوشش کرنا اور آئندہ کے گناہوں سے باز رہنا اور اپنے آپ کو اس آگ سے بچائے رکھنا۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ توبہ سے تمام گناہ جو پہلے ہو چکے ہیں معاف ہو جاتے ہیں بشرطیکہ وہ توبہ صدق اور خلوص نیت سے ہو اور کوئی پوشیدہ دغابازی دل کے کسی کونہ میں پوشیدہ نہ ہو۔ وہ دلوں کے پوشیدہ مخفی رازوں کو جانتا ہے وہ کسی کے دھوکہ میں نہیں آتا۔ پس چاہیئے کہ اس کو دھوکہ دینے کی کوشش نہ کی جاوے۔

توبہ انسان کے واسطے کوئی زائد یا بے فائدہ چیز نہیں ہے اور اس کا اثر صرف قیامت پر ہی منحصر نہیں بلکہ اس سے انسان کی دین اور دنیا دونوں سنور جاتے ہیں اور اسے اس جہان میں اور آنے والے جہان دونوں میں آرام اور خوشحالی نصیب ہوتی ہے۔

دیکھو قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار اے ہمارے رب ہمیں اس دنیا میں بھی آرام اور آسائش کے سامان عطا فرما اور آنے والے جہان میں بھی آرام اور راحت عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

دیکھو دراصل ربنا کے لفظ میں توبہ ہی کی طرف ایک باریک اشارہ ہے۔ کیونکہ ربنا کا لفظ چاہتا ہے کہ وہ بعض اور ربوں کو جو اس نے پہلے بنائے ہوئے تھے ان سے بیزار ہو کر اس رب کی طرف آیا ہے۔ اور یہ لفظ حقیقی درد اور گداز کے سوا انسان کے دل سے نکل ہی نہیں سکتا۔ رب کہتے ہیں بتدریج کمال کو پہنچانے والے اور پرورش کرنے والے کو۔ اصل میں انسان نے بہت سے ارباب بنائے ہوئے ہوتے ہیں اپنے حیلوں اور دغابازیوں پر اسے پورا بھروسہ ہوتا ہے۔ تو وہی اس کے رب ہوتے ہیں۔ اگر اسے اپنے علم کا یا قوت بازو کا گھمنڈ ہے تو وہی اس کے رب ہیں۔ اگر اسے اپنے حسن یا مال و دولت پر فخر ہے۔ تو وہی اس کا رب ہے۔ غرض اس طرح کے ہزاروں ارباب اس کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ جب تک ان سب کو ترک کر کے ان سے بیزار ہو کر اس واحد لاشریک سچے اور حقیقی رب کے آگے سرِ نیاز نہ جھکائے۔ اور ربنا کی پُر درد اور دل کو پگھلانے والی آوازوں سے اس کے آستانہ پر نہ گرے۔ تب تک وہ حقیقی رب کو نہیں سمجھا۔ پس جب ایسی دلسوزی اور جاں گدازی سے اس کے حضور اپنے گناہوں کا اقرار کر کے توبہ کرتا اور اسے مخاطب کرتا ہے کہ ربنا یعنی اصلی اور حقیقی رب تو تو ہی تھا۔ مگر ہم اپنی غلطی سے دوسری جگہ بہکتے پھرتے رہے۔ اب میں نے ان جھوٹے بتوں اور باطل معبودوں کو ترک کر دیا ہے اور صدق دل سے تیری ربوبیت کا اقرار کرتا ہوں تیرے آستانہ پر آتا ہوں۔

غرض بجز اس کے خدا کو اپنا رب بنانا مشکل ہے، جب تک انسان کے دل سے دوسرے رب اور ان کی قدر و منزلت و عظمت و وقار نکل جائے تب تک حقیقی رب اور اس کی ربوبیت کا ٹھیکہ نہیں اٹھاتا۔

سچی توبہ ایک مشکل امر ہے۔ بجز خدا کی توفیق اور مدد کے توبہ کرنا اور اس پر قائم ہو جانا محال ہے۔ توبہ صرف لفظوں اور باتوں کا نام نہیں۔ دیکھو خدا تعالیٰ کسی چیز سے خوش نہیں ہو جاتا۔ کوئی ذرا سا کام کر کے خیال کر لینا کہ بس اب ہم نے جو کرنا تھا کر لیا اور رضا کے مقام تک پہنچ گئے۔ یہ صرف ایک خیال اور وہم ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب ایک بادشاہ کو ایک دانہ دے کر یا مٹی کی مٹھی دے کر خوش نہیں کر سکتے۔ بلکہ اس کے غضب کے مورد بنتے ہیں۔ تو کیا وہ احکم الحاکمین اور بادشاہوں کا بادشاہ ہماری ذرا سی ناکارہ حرکت یا دو لفظوں سے خوش ہو سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ پوست کو پسند نہیں کرتا وہ مغز چاہتا ہے۔

دعا کی ہی ہے کہ اسباب جو اللہ تعالیٰ نے کسی امر کے حاصل کرنے کے واسطے مقرر کئے ہوئے ہیں۔ ان کو حتی المقدور جمع کرو اور پھر خود دعاؤں میں لگ جاؤ کہ اے خدا تو ہی اس کا انجام بخیر کر۔ صدہا آفات ہیں اور ہزاروں مصائب ہیں جو ان اسباب کو بھی برباد اور تہ و بالا کر سکتے ہیں۔ ان کی دست برد سے بچا کر ہمیں سچی کامیابی اور منزل مقصود پر پہنچا۔

توبہ کے معنے ہی یہ ہیں کہ گناہ کو ترک کرنا اور خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا۔ بدی چھوڑ کر نیکی کی طرف آگے قدم بڑھانا۔ توبہ ایک موت کو چاہتی ہے جس کے بعد انسان زندہ کیا جاتا ہے اور پھر نہیں مرتا۔ توبہ کے بعد انسان ایسا بن جاوے کہ گویا نئی زندگی پا کر دنیا میں آیا ہے۔ نہ اس کی وہ چال ہو نہ اس کی وہ زبان نہ ہاتھ نہ پاؤں۔ سارے کا سارا نیا وجود ہو جو کسی دوسرے کے ماتحت کام کرتا ہوا نظر آجاوے۔ دیکھنے والے جان لیں کہ یہ وہ نہیں یہ تو کوئی اور ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ یقین جانو کہ توبہ میں بڑے بڑے ثمرات ہیں یہ برکات کا سرچشمہ ہے۔ درحقیقت اولیاء اور صلحاء یہی لوگ ہوتے ہیں جو توبہ کرتے اور پھر اس پر مضبوط ہو جاتے ہیں وہ گناہ سے دور اور خدا کے قریب ہوتے جاتے ہیں۔ کامل توبہ کرنے والا شخص ہی ولی، قطب اور غوث کہلا سکتا ہے۔ اسی حالت میں وہ خدا کا محبوب بنتا ہے۔ اس کے بعد بلائیں اور مصائب جو انسان کے واسطے مقدر ہوتی ہیں ٹل جاتی ہیں۔"

(الحکم ۲۴ مارچ ۱۹۰۳ء)

خلافت کی اہمیت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی نظر میں

(۱) "مَیں اس مسجد میں قرآن ہاتھ میں لیکر اور خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے پیر بننے کی خواہش ہرگز نہیں اور نہ تھی اور قطعاً خواہش نہ تھی۔ خدا تعالیٰ کے منشاء کو کون جان سکتا ہے۔ اس نے جو چاہا کیا تم سب کو پکڑ کر میرے ہاتھ پر جمع کر دیا اور اُس نے آپ نہ تم میں سے کسی نے مجھے خلافت کا کرتہ پہنا دیا مَیں اس کی عزت اور ادب کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں باوجود اس کے مَیں تمہارے مال اور تمہاری کسی بات کا بھی روادار نہیں اور میرے دل میں اتنی بھی خواہش نہیں کہ کوئی مجھے سلام کرتا ہے یا نہیں ..... مَیں تمہارے اموال کا محتاج نہیں ہوں اور نہ تم سے مانگتا ہوں تم میرے پاس اگر کچھ بھیجتے ہو تو اسے اپنے فہم کے موافق خدا کی رضا کے لئے خرچ کرتا ہوں۔ پھر وہ کونسی بات ہو سکتی تھی کہ مَیں پیر بننے کی خواہش کرتا۔ اب خدا تعالیٰ نے جو چاہا کیا اس میں نہ تمہارا کچھ بس چلتا ہے اور نہ کسی اور کا۔ اس لئے تم ادب سیکھو کیونکہ یہی تمہارے لئے بابرکت راہ ہے تم اب اس حبل اللہ کو مضبوط پکڑ لو یہ بھی خدا ہی کی رسّی ہے جس نے تمہارے متفرق اجزا کو اکٹھا کر دیا ہے پس اسے مضبوط پکڑے رکھو۔ تم خوب یاد رکھو کہ معزول کرنا اب تمہارے اختیار میں نہیں۔"

(۲) "تم مجھ میں عیب دیکھو آگاہ کرو مگر ادب کو ہاتھ سے نہ دو خلیفہ بنانا انسان کا کام نہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کا اپنا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چار خلیفے بنائے ہیں آدمؑ کو داؤدؑ کو اور ایک وہ خلیفہ ہوتا ہے جو یستخلفنھم فی الارض میں موجود ہے اور تم سب کو بھی خلیفہ بنایا۔ پس مجھے اگر خلیفہ بنایا ہے تو خدا نے بنایا ہے اور اپنے مصالح سے بنایا ہے۔ خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے خلیفہ کو کوئی طاقت معزول نہیں کر سکتی اس لئے تم میں سے کوئی مجھے معزول کرنے کی قدرت نہیں رکھتا اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے معزول کرنا ہو گا تو وہ مجھے موت دیدے گا۔ ..... تم اس معاملہ کو خدا کے حوالہ کرو تم معزولی کی طاقت نہیں رکھتے مَیں تم میں سے کسی کا بھی شکرگذار نہیں ہوں جھوٹا ہے وہ شخص جو کہتا ہے کہ ہم نے خلیفہ بنایا۔ .... خدا ہی کے فضل سے اور اسی کے رسّی کو مضبوط پکڑے رہنے سے کچھ بنتا ہے اس لئے مَیں پھر کہتا ہوں۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا۔ مَیں تمہیں پھر یاد دلاتا ہوں کہ قرآن مجید میں صاف طور پر لکھا ہے کہ اللہ ہی خلیفے بنایا کرتا ہے۔ یاد رکھو آدم کو خلیفہ بنایا تو کہا انی جاعل فی الارض خلیفہ۔ فرشتوں نے اس پر اعتراض کر کے کیا خمیازہ اٹھایا تم قرآن میں پڑھو جب فرشتوں کی یہ حالت ہے اور انہیں بھی سبحانک لاعلم لنا کہنا پڑا تو تم مجھ پر اعتراض کرتے ہو ...."

(۳) "تم کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمارے بادشاہ حضرت مسیح موعود کے ذریعہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک کیا اور پھر اس کے بعد میرے ہاتھ پر تم کو تفرقہ سے بچایا۔ اس نعمت کی قدر کرو۔ اور نکمی بحثوں میں نہ پڑو .... جس کو خدا تعالیٰ نے چاہا خلیفہ بنا دیا اور تمہاری گردنیں اس کے سامنے جھکا دیں۔ خدا تعالیٰ کے اس فعل کے بعد بھی تم اس پر بحث کرو تو سخت حماقت ہے۔"

(۴) "مَیں نے تمہیں بارہا کہا ہے اور قرآن مجید سے دکھایا ہے کہ خلیفہ بنانا انسان کا کام نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ آدم کو خلیفہ بنایا کس نے؟ اللہ تعالیٰ نے انی جاعل فی الارض خلیفہ۔ اس خلافت آدم پر فرشتوں نے اعتراض کیا کہ حضور وہ مفسد فی الارض اور مسفک الدم ہے۔ مگر انہوں نے اعتراض کر کے کیا پھل پایا۔ تم قرآن مجید میں پڑھ لو کہ آخر انہیں آدم کے لئے سجدہ کرنا پڑا۔ پس اگر کوئی مجھ پر اعتراض کرے اور وہ اعتراض کرنے والا فرشتہ بھی ہو تو مَیں اسے کہہ دوں گا کہ آدم کی خلافت کے سامنے مسجود ہو جاؤ تو بہتر ہے۔ اگر وہ ابی اور استکبار کو اپنا شعار بنا کر ابلیس بنتا ہے تو پھر یاد رکھے کہ ابلیس کو آدم کی مخالفت نے کیا پھل دیا۔ مَیں پھر کہتا ہوں کہ اگر کوئی فرشتہ بن کر بھی میری خلافت پر اعتراض کرتا ہے تو سعادت مند فطرت اسے اسجدوا لآدم کی طرف لے آئیگی اور اگر ابلیس ہے تو وہ اس دربار سے نکل جائے گا ...."

(۵) پھر اللہ تعالیٰ نے ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو خلیفہ بنایا رافضی اب تک اس خلافت کا ماتم کر رہے ہیں مگر کیا تم نہیں دیکھتے کروڑوں انسان ہیں جو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر درود پڑھتے ہیں۔ مَیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ....

.... جس طرح پر ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بنایا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے خلیفہ بنایا ہے۔

اگر کوئی کہے کہ انجمن نے خلیفہ بنایا ہے تو وہ جھوٹا ہے۔ اس قسم کے خیالات ہلاکت کی حد تک پہنچاتے ہیں تم ان سے بچو۔ پھر سن لو کہ مجھے نہ کسی انسان نے نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا اور نہ میں کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ خلیفہ بنائے۔

پس مجھ کو نہ کسی انجمن نے بنایا اور نہ مَیں اس کے بنانے کی قدر کرتا ہوں اور اس کے چھوڑ دینے پر تھوکتا بھی نہیں اور نہ اب کسی میں طاقت ہے کہ وہ اس خلافت کی ردا کو مجھ سے چھین لے۔"

(۶) "جب خلیفہ بنانا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے تو کسی اور کی کیا طاقت ہے کہ اس کے کام میں روک ڈالے ...... خلافت کیسری کی دکان کا سوڈا واٹر نہیں۔ تم اس بکھیڑے سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ نہ تم کو کسی نے خلیفہ بنانا ہے اور نہ میری زندگی میں کوئی اور بن سکتا ہے۔ مَیں جب مر جاؤں گا تو پھر وہی کھڑا ہو گا۔ جس کو خدا چاہے گا اور خدا اس کو آپ کھڑا کر دے گا۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا

احباب جماعت سے ایک بصیرت افروز خطاب

بے شک ہمیں بہت بڑا صدمہ پہنچا ہے مگر ہم اپنے خدا کی رضا پر راضی ہیں اور اس کے فضلوں پر یقین رکھتے ہیں

یاد رکھو خدائی جماعتیں کبھی یتیم نہیں ہوا کرتیں ان کا محافظ خدا ہوتا ہے اور وہ زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا

فرمودہ ۲۷ دسمبر ۱۹۴۴ء بمقام قادیان

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حضرت سیدہ ام طاہر احمد اور حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہ کی وفات پر ۱۹۴۴ء کے جلسہ سالانہ پر اپنے جن جذبات کا اظہار فرمایا تھا انہیں ذیل میں شائع کیا جاتا ہے۔ حضور کے یہ ارشادات ابھی تک سلسلہ کے لٹریچر میں شائع نہیں ہوئے تھے۔ اب خاکسار انہیں پہلی مرتبہ احباب کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی المناک وفات کی وجہ سے جماعت جو گہرا صدمہ اور خلا محسوس کر رہی ہے۔ اس کے پیش نظر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے۔ موجودہ ایام میں ہمیں خصوصیت کے ساتھ حضور کے ان ارشادات کو پیش نظر رکھنا چاہئیے ؛ خاکسار محمد یعقوب مولوی فاضل انچارج شعبہ زود نویسی ربوہ۔

حضور نے فرمایا:۔

سب سے پہلے مَیں ان

دو نقصانات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں

جو اس سال سلسلہ احمدیہ کو پہونچے ہیں اور خصوصیت کے ساتھ میری ذات کو پہنچے ہیں۔ یعنی ایک ام طاہر مرحومہ کی وفات اور ایک میر محمد اسحٰق صاحب کی وفات جہاں تک آپس کی نسبت کا سوال ہے نہ صرف دونوں میرے عزیز تھے اور اس طرح آپس میں بھی عزیز تھے۔ بلکہ ان دونوں میں ایک صفت مشترک بھی پائی جاتی تھی اور وہ یہ کہ دونوں غرباء کا بہت خیال رکھتے تھے۔ میر صاحب جب فوت ہوئے تو ان کو دفن کرنے کے بعد جب میں واپس آ رہا تھا تو مَیں نے سنا کہ ایک شخص کہہ رہا تھا کہ ابھی چند روز ہوئے عورتیں یتیم ہو گئی تھیں اور آج ہم مرد بھی یتیم ہو گئے۔ یہ ایک جذباتی بات ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ

خدائی جماعتیں کبھی یتیم نہیں ہوتیں

مومن کا خدا ایسا ہے کہ اس پر کسی انسان کے پیدا ہونے یا مرنے سے کوئی اثر نہیں ہوتا۔ دنیا آتی بھی ہے اور جاتی بھی ہے۔ لوگ پیدا بھی ہوتے ہیں اور مرتے بھی ہیں مگر خدا تعالیٰ کی بادشاہت چلتی ہی چلی جاتی ہے اور جو لوگ خود اپنے لئے خدا تعالیٰ کی ذات کو مار نہیں لیتے۔ ان کا زندہ خدا ہمیشہ ان کا وارث ہوتا ہے۔

خدا تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہے

اور اس پر موت کبھی وارد نہیں ہو سکتی۔ مگر اس کا سلوک اپنے بندوں سے یہی ہے کہ کوئی بندہ اسے جیسا سمجھتا ہے وہ اس کے لئے ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ سنایا کرتے تھے کہ ان کے ایک استاد بھوپال میں تھے انہوں نے رویا میں خدا تعالیٰ کو کوڑھی کی شکل میں دیکھا جو چلنے پھرنے سے معذور تھا۔ تمام جسم پر مکھیاں بھنبھنا رہی تھیں اور وہ شہر سے باہر ایک پل پر پڑا تھا انہوں نے اسے دیکھا اور کہا خدایا میں تو تیری تعریفیں قرآن و حدیث میں پڑھ کر تجھے کچھ اور ہی سمجھتا تھا۔ مَیں تو سمجھتا تھا کہ تو سارے دکھوں کا دور کرنے والا اور سب خوبیوں سے متصف ہے مگر تُو تو خود بیماریوں سے سٹر رہا ہے اور بے کسی کی حالت میں پڑا ہے۔ یہ سنکر اس نے ان سے کہا کہ جو تو سمجھتا ہے وہ بھی ٹھیک ہے اور جو تو دیکھتا ہے وہ بھی ٹھیک ہے۔

قرآن کریم کا خدا

ویسا ہی ہے جیسے تُو نے پڑھا۔ مگر جسے تو یہاں پڑا دیکھتا ہے۔ یہ بھوپال کا خدا ہے۔ تو انسان جہاں خدا تعالیٰ کی حکومت کے تابع ہے۔ جہاں خدا تعالیٰ نے اسے پیدا کیا اور اس کی تمام ضروریات مہیا کرتا ہے۔ وہاں یہ بھی سچ ہے کہ انسان اپنے لئے خدا کو خود پیدا کرتا اور اسے صفات بخشتا ہے۔ یعنی جیسا اس کا یقین خدا تعالیٰ کے متعلق ہوتا ہے ویسا ہی خدا تعالیٰ اس سے معاملہ کرتا ہے اگر انسان خدا تعالیٰ کو ایک بے کار محض وجود سمجھتا ہے تو اس کے معاملات میں خدا تعالیٰ بھی بے کار محض ہو جاتا ہے جو انسان اس کی قدرتوں کا انکار کرتا ہے

خدا تعالیٰ اس کے لئے اپنی قدرتیں کبھی نہیں دکھاتا۔ لیکن جو انسان خدا تعالیٰ کو قادر یقین کرتا ہے۔

خدا تعالیٰ اس کے لئے اپنی قدرتیں دکھاتا ہے

جو اسے زندہ خدا یقین کرتا ہے۔ خدا بھی اس کے لئے زندگی کا ثبوت مہیا کرتا ہے۔ جو اسے رب العالمین سمجھتا ہے۔ خدا اس کا مربی اور نگران بن جاتا ہے اور جو خدا کو رحمٰن مانتا ہے۔ وہ بھی اس پر رحمانیت کی بارشیں برساتا ہے۔ اگر انسان خدا کو رحیم مانتا ہے۔ تو وہ بھی رحیم بنکر اس پر ظاہر ہوتا ہے۔

پس جہاں تک خدا تعالیٰ کا تعلق ہے۔ مومن کے لئے زندہ خدا کے بعد اور کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ مگر دیرینہ تعلقات اور محبتیں اپنا اثر چھوڑ جاتی ہیں۔ اور انسان جسے اللہ تعالیٰ نے روح کے باوجود جسم بھی عطا فرمایا ہے۔ بسا اوقات اس کی روح تندرست ہوتی ہے۔ مگر اس کا جسم زخمی ہوتا اور تکلیف محسوس کرتا ہے

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے متعلق آتا ہے

کہ جو دن ان کو صلیب دیئے جانے کے لئے مقرر تھا اس رات انہوں نے دعا مانگی کہ

> "اے میرے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے۔ تاہم جیسا میں چاہتا ہوں ویسا نہیں بلکہ جیسا تُو چاہتا ہے ویسا ہی ہو" (متی باب ۲۶ آیت ۳۹)

پس ہمارے دل تو راضی ہیں مگر نفس بوجھ محسوس کرتے ہیں اور ہم اپنے خدا سے یہی کہتے ہیں کہ تیری ہی مرضی ہو۔ کہ ہمارے لئے اسی میں برکت ہے۔ خدا تعالیٰ کا مومن بندہ اسی قسم کی کیفیات کے ساتھ اس کے حضور کھڑا ہوتا ہے۔ انسان ہونے کے لحاظ سے ہم زخموں کا انکار نہیں کر سکتے۔ بہتے ہوئے خون کو بند نہیں کر سکتے۔ مگر

خدا تعالیٰ کے فضلوں پر یقین

رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ بات جسے ہم تکلیف سمجھتے ہیں اسے وہ ہمارے لئے اور ہمارے دوستوں کے لئے برکت کا موجب بنا دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر دُکھ کے پیچھے اپنے فضلوں کے خزانے مخفی رکھے ہیں۔ جس طرح دنیوی خزانے بڑی بڑی چٹانوں کے نیچے مخفی ہوتے ہیں۔ بے شک غموں کا اٹھانا اور دکھوں کا برداشت کرنا مشکل ہوتا ہے مگر جس طرح چٹانوں کو اٹھائے بغیر قیمتی خزائن بھی حاصل نہیں کئے جا سکتے۔ ان دکھوں کو اٹھائے بغیر اللہ تعالیٰ کی برکات حاصل نہیں ہو سکتیں۔ پس

ہم خوش ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پوری ہوئی

اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ اسی میں ہماری بہتری ہوگی۔ ہم اس کے بندے ہیں اور اس کی بادشاہی کی طرف باوجود اپنی کمزوریوں اور اپنے نقائص کے کوئی بدی منسوب نہیں کر سکتے اور یقین رکھتے ہیں کہ ہمارا مہربان آقا جو کچھ ہے ہماری بہتری اور بھلائی کے لئے کرتا ہے اور دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی حکمتوں اور رحمتوں کو سمجھنے کی توفیق دے اور اگر ہم ان کے سمجھنے میں کوتاہی کریں۔ تو ہماری کوتاہیوں کو معاف فرمائے۔ اور ہمیں ہمت اور حوصلہ عطا کرے تاکہ ہم ہر گھڑی اور ہر لحظہ اس کی یاد کو سب یادوں پر مقدم کر سکیں۔ اس کی محبت کو سب محبتوں اور اس کے کام کو سب کاموں پر مقدم کرنے والے ہوں۔

ہماری زندگی بھی اور ہماری موت بھی اس کیلئے ہو

تا جب ہم اس کے حضور جائیں تو جہاں ہمارا جانا ہمارے عزیزوں کے لئے دُکھ اور غم کا موجب ہو۔ ہمارے لئے خوشی کا موجب ہو کہ ہم ادنےٰ کو چھوڑ کر اعلےٰ کی طرف جا رہے ہیں اور چھوٹے پیار کرنے والوں کو چھوڑ کر بڑے پیار کرنے والے کی طرف لوٹ رہے ہیں ::

جلسہ سالانہ

از مکرم فیض احمد صاحب اسلم

فردوس بداماں ہے ربوہ کا یہ ویرانہ
دیکھے تو کوئی آ کر یہ جلسۂ سالانہ

اس خاک کا ہر ذرّہ اِک طُورِ تمنّا ہے
ہر شے سے یہاں ظاہر ہے جلوۂ جانانہ

یاں مہدیٔ دوراں کا ہر شخص ہے شیدائی
یاں شمعِ رسالت کا ہر فرد ہے پروانہ

او بادہ کشو آؤ او تشنہ لبو آؤ
مائل بہ کرم ہے پھر اب ساقیٔ میخانہ

ہر قلب یہاں وقفِ توصیفِ محمدؐ ہے
ہر لب پہ مچلتا ہے توحید کا افسانہ

یہ فرش نشیں اسلم ہیں عرش نشیں گویا
ہے فقر میں بھی ان کے اک سطوتِ شاہانہ

حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا

ایک اہم غیر مطبوعہ مکتوب گرامی

ایک ایرانی دوست کے آٹھ سوالات کے جوابات

نومبر ۱۹۵۱ء میں حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک ایرانی دوست کے آٹھ سوالات کے جواب میں ایک مکتوب تحریر فرمایا تھا جو ابھی تک سلسلہ کے لٹریچر میں شائع نہیں ہوا۔ اس اہم مکتوب کو احباب کی خدمت میں اپنی ذمہ داری پر پیش کر رہا ہوں۔ خاکسار: محمد یعقوب مولوی فاضل انچارج شعبہ زود نویسی

مکرمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط پڑھ کر خوشی ہوئی۔ آپ نے جو سوالات لکھے ہیں ان کے جوابات مندرجہ ذیل ہیں۔

پہلا سوال۔ اسلام کے بعض مخالفین قرآن مجید کے وحیٔ الٰہی ہونے سے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ ایاک نعبد وایاک نستعین اور اھدنا الصراط المستقیم وغیرہ الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد اپنے دل کے ملاحظ ہیں۔ اگر خدا کا کلام ہوتا تو وہ بندہ کو مخاطب کرتا نہ کہ بندہ خدا کو۔

جواب:۔ جو مخالفین اسلام قرآن مجید پر اعتراض کرتے ہیں ان کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو وہ کسی نہ کسی آسمانی کتاب کے قائل ہیں یا کسی آسمانی کتاب کے بھی قائل نہیں۔ اگر تو وہ کسی مذہبی کتاب کے قائل ہیں تو ان کا جواب یہ ہے کہ کوئی ایسی مذہبی کتاب نہیں جس میں اس قسم کی مثالیں نہ پائی جاتی ہوں اور جب ساری الہامی کتابوں میں یہ مثالیں پائی جاتی ہیں تو پھر وہ اپنی کتاب کو کس طرح مانتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ الہامی کتاب کی حیثیت استاد کی ہوتی ہے اور استاد بسا اوقات الفاظ دہراتا ہے اور وہ یہ امید کرتا ہے کہ طالب علم اس کے پیچھے پیچھے ان الفاظ کو دہرائے لیکن جب وہ ان الفاظ کو بیان کرتا ہے تو اس کے یہ معنے نہیں ہوتے کہ وہ خود بیان کر رہا ہوتا ہے۔ بلکہ اس کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ طالب علم کی طرف سے بیان کر رہا ہے۔ پس الہامی کتاب میں دونوں قسم کا کلام پایا جائے گا۔ اگر اس معترض کو عربی زبان کا علم ہوتا تو اس کو معلوم ہو جاتا کہ جس سورۃ پر اس نے اعتراض کیا ہے۔ اس سورۃ میں ہی اس اعتراض کا جواب موجود ہے۔ یہ سورۃ بسم اللہ کو چھوڑ کر جو در حقیقت مشترک ہے ساری سورتوں میں الحمد للہ کے الفاظ سے شروع ہوتی ہے اور الحمد للہ کے معنے عربی زبان کے لحاظ سے یہ ہیں کہ اپنی تعریف اللہ ہی کر سکتا ہے۔ اور دوسرے معنے اس کے یہ ہیں کہ مخلوقات کی صحیح تعریف اللہ ہی کر سکتا ہے۔ یعنی صفات باری تعالیٰ اور حقائق اشیاء سے کامل طور پر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات واقف ہے۔ اس لئے وہ تعلقات جو بندہ سے کے خدا تعالیٰ کے ساتھ ہونے چاہئیں وہ بھی خدا ہی بیان کر سکتا ہے اور وہ تعلقات جو خدا کے مخلوقات سے ہیں وہ بھی خدا تعالیٰ ہی بیان کر سکتا ہے۔ اس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ صحیح الفاظ میں دعا بھی خدا ہی سکھا سکتا ہے اور صحیح راہ نمائی بھی خدا تعالیٰ ہی کر سکتا ہے۔ جب صحیح الفاظ میں دعا خدا ہی سکھا سکتا ہے۔ تو پھر الہامی کتاب میں وہ دعا آئے گی۔ باقی رہا یہ کہ ہر جگہ ساتھ قُل کا لفظ ہونا چاہیئے تھا یہ نہایت اونے ذہنیت والے لوگوں کا سوال ہے۔ اعلیٰ درجہ کے کلام بہت سی چیزیں انسانی عقل پر بھی چھوڑا کرتے ہیں۔ جو عقلمند انسان ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ جو آیتیں قرآن کریم میں ایسی ہیں جو بندے کی طرف سے معلوم ہوتی ہیں وہ بندے کو بطور دعا کے سکھائی گئی ہیں اور جو آیات ایسی ہیں کہ ان میں خدا تعالیٰ مخاطب معلوم ہوتا ہے وہ انسان کی تعلیم کے لئے نازل ہوئی ہیں۔ پس ایسا معترض نہایت ہی کوتاہ عقل اور ادب اور معانی اور بیان کے طریقوں سے بالکل ناواقف ہے۔ وہ شخص صرف اس قابل ہے کہ ساری عمر الف۔ ب کا قاعدہ پڑھتا رہے۔ ایسے آدمیوں کے منشاء کے مطابق آسمانی کتابیں نہیں ڈھالی جاتیں۔ ان کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ پہلے ان کو سوچنے اور سمجھنے کی عادت ڈالی جائے۔

دوسرا سوال۔ حضرت ابراہیم کے والد کا نام قرآن مجید میں کچھ اور تورات میں کچھ اور بیان ہوا ہے۔ اسی طرح کئی ایک اسماء رجال میں اختلاف ہے۔ نیز اسمٰعیل اور اسحاق میں سے ذبیح کون تھا؟

جواب۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام قرآن کریم میں کہیں نہیں آیا۔ یہ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے حضرت ابراہیم کے اَب کا نام آیا ہے۔ اور گو والد کا لفظ بھی کبھی استعارہ کے طور پر غیر شخص کے لئے بولا جاتا ہے۔ مگر اَب کا لفظ تو کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں آتا ہے کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ ما تعبدون من بعدی تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ نعبد الٰھک والٰہ اٰبائک ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق الٰھا واحدا ونحن لہ مسلمون (بقرہ ع ۱۶) اس آیت میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام کا اَب کہا گیا ہے۔ حالانکہ وہ آپ کے چچا تھے۔

قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اَب کا نام آذر لکھا ہے اور تورات میں آپ کے باپ کا نام تارح لکھا ہے (پیدائش باب ۱۱ آیت ۲۶) اور جب کہ یہودی حدیثوں کی کتابوں سے پتہ چلتا ہے حضرت ابراہیمؑ کے والد بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے اور وہ اپنے چچا کی پرورش میں تھے۔ پس ایک تشریح تو اس کی یہ ہو سکتی ہے کہ اَب کے معنی چچا کے ہیں اور چچا کا نام آذر تھا۔ باپ کا نام تارح ہوگا۔ لیکن دوسری تشریح اس کی یہ ہے کہ آذر کا لفظ معرب ہے عبرانی سے۔ الف زائد ہے اور اصل میں ذار ہے اور ذار اور تارح آپس میں ملتے ہیں۔ پس ناموں میں کوئی اختلاف نہیں صرف معرب اور غیر معرب کا فرق ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ انجیل میں تو مسیح کو یسوع کہا گیا ہے۔ اور قرآن کریم میں اس کو عیسٰے کہا گیا ہے۔ یہ عیسٰے یسوع کا معرب ہے اور یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہوتی۔ اسی طرح عبرانی بائبل میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا نام یشمعیل آتا ہے اور قرآن کریم میں اسمٰعیل ہے ش س سے بدل گیا ہے اور عین الف کا قائمقام ہو گئی ہے۔ پس قرآن کریم نے جو آذر کہا ہے وہ معرب ہے ذار کا اور اس میں کوئی اعتراض کی بات نہیں۔

باقی رہی یہ کہتا ہوں کہ تورات اتنی محرّف و مبدل ہے کہ اس کی کسی بات کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی کسی بات کو قرآن کریم کے مقابل میں پیش کرنا تو ہنسی کی بات ہے۔ تورات میں موسٰے کی کتاب میں یہاں تک لکھا ہوا ہے کہ:۔

"خداوند کا بندہ موسٰے خداوند کے حکم کے موافق موآب کی سرزمین میں مر گیا اور اس نے اسے موآب کی ایک وادی میں بیت فغور کے مقابل گاڑا۔ پر آج کے دن تک کوئی اس کی قبر کو نہیں جانتا۔" (استثناء باب ۳۴ آیت ۵ تا ۶)

کیا کوئی عقلمند کہہ سکتا ہے کہ موسٰے کو یہ الہام ہوا تھا؟ اسی طرح کسی جگہ پر ایک کو باپ قرار دیا گیا ہے اور دوسری جگہ پر اس کو دادا قرار دیا گیا ہے۔

آپ نے ذبیح کا پوچھا ہے۔ ذبیح یقیناً اسمٰعیل تھا اور یہ یہود کی تورات میں ملاوٹ ہے کہ اسحٰق کو ذبیح قرار دیا گیا ہے۔ بائیبل ذبیح کو ابراہیم کا اکلوتا بیٹا کہتی ہے اور اسحٰق اکلوتا بیٹا کبھی ہوا ہی نہیں۔ اس سے پہلے اسمٰعیل پیدا ہو چکا تھا۔ پس اسمٰعیل ہی اکلوتا بیٹا تھا۔ اور اس وقت تک اسحٰق پیدا نہیں ہوا تھا۔ یہ یہود اسحٰق کی زبردستی ہے کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں اکلوتے بیٹے کی جگہ اسمٰعیل کی بجائے اسحٰق لکھ دیا۔ مگر یہ غلطی ایسی مضحکہ آمیز ہے کہ کوئی عقلمند اس کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ ایک تسلیم شدہ اور الہامی پیشگوئیوں کا وارث بیٹا موجود ہے اور پھر کہا جاتا ہے

اکھوتا بنیا اکھوتا تھا

تیسرا سوال۔ بعثت سے قبل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کس مذہب کے پیرو تھے۔ تواریخ بتاتی ہیں۔ کہ آپ نے کبھی بُت پرستی نہیں کی۔ اس لئے بعض تواریخ میں آپ کا یہودی مسلک اور بعض میں عیسوی مسلک اور بعض میں حنفی المذہب ہونا بتایا گیا ہے۔ حقیقت کیا ہے؟ نیز نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے آباء جیسا کہ تواریخ سے ظاہر ہے موحد تھے تو وہ کیوں بت خانہ اور بت پرستوں کے رئیس بنے رہے۔

جواب۔ قرآن کریم سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان دنیا میں فطرت صحیحہ لے کر پیدا ہوا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم (پ۔۳۰ سورہ تین) اور اسی کی تشریح میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ کل مولد یولد علی فطرۃ الاسلام حتی یعرب عنہ لسانہ فابواہ یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ (الطبرانی فی الجامع الکبیر بحوالہ جامع الصغیر) اس حدیث اور اس آیت کو ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ فطرت صحیحہ کا نام بھی اسلام رکھا گیا ہے تبھی تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ چونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسی قوم میں پیدا ہوئے تھے جو مشرک تھی اور آپ مشرک نہ تھے اور اپنے ہوش سنبھالنے تک آپ کو ایسی قوموں کے ساتھ واسطہ نہیں پڑا تھا جو اہل کتاب تھیں۔ پس صاف ظاہر ہے کہ اس وقت تک آپ کا مذہب فطرت صحیحہ کا مذہب تھا۔ یعنی اللہ تعالےٰ نے جو انسانی فطرت میں پاکیزگی اور طہارت رکھی ہے۔ جس کو غلط مذاہب کے عقائد یا بدیوں یا بد اخلاقیوں کے ساتھ ملوث کر کے خراب کر دیا جاتا ہے۔ لیکن جو آپ کے دماغ میں پاک اور صاف موجود تھی۔ آپ اسی کے احکام کے تابع چلتے تھے یعنی اللہ تعالےٰ پر ایمان رکھتے تھے توحید کے قائل تھے اخلاقِ فاضلہ کے متبع تھے اور جو سوال پیش آتا تھا۔ اس کے متعلق اپنی عقل سے جو پاک اور منزہ تھی کام لے کر اپنی وقتی مشکل کو حل کر لیتے تھے اور اسی کو حنیفی مذہب بھی کہتے ہیں۔ قرآن کریم نے حنیفی مذہب کی تعریف یہی بتائی ہے کہ توحید پر انسان عامل ہو۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وقالوا کونوا ھودا او نصاریٰ تھتدوا قل بل ملۃ ابراھیم حنیفا وماکان من المشرکین قولوا اٰمنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ وما اوتی النبیّون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون (البقرہ ع ۱۶) اس آیت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض نادانوں نے جو حنفی مذہب کے ہیں یہ سمجھ لیا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اس مذہب کے تابع تھے جو امام ابو حنیفہ سے چلا ہے۔ حالانکہ قرآن کریم میں حنفی نہیں بیان کیا گیا حنیفی بیان کیا گیا ہے اور قرآن کریم میں ابراہیم کا نام حنیفی بیان کیا گیا ہے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی حنیفی مذہب پر چلنے کی تعلیم دی گئی ہے اور حنیفی مذہب کے معنے خود قرآن کریم نے کر دیئے ہیں کہ وماکان من المشرکین اور سیاق کے لحاظ سے اس کے یہ معنے نکلتے ہیں کہ وہ سارے انبیاء پر جو خدا تعالےٰ کی طرف سے آئے تھے ایمان رکھتا ہو۔

دوسرا حصہ آپ کے سوال کا یہ ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے آباء جو موحد تھے وہ بت خانوں اور بت پرستوں کے رئیس کیوں بنے رہے۔ اس بارہ میں مسلمانوں میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کے سارے آباء موحد تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ بات ثابت نہیں۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ کے آباء موحد تھے ان پر اعتراض ہوتا ہے وہ اس کا جواب دیں۔ میرے نزدیک تو نہ تاریخ سے ثابت ہے کہ آپ کے آباء موحد تھے نہ ایک نبی کے لئے ضروری ہے کہ اس کے آباء موحد ہوں اور نہ عقل یہ کہہ سکتی ہے کہ دنیا میں کوئی خاندان ہمیشہ ہمیشہ سے موحد چلا آیا ہے۔ قرآن کریم سے تو یہی پتہ لگتا ہے کہ جب بھی دنیا میں خرابی پیدا ہوئی تو خدا تعالےٰ نے ایک نبی بھیجا۔ اگر نبوت کے سلسلہ میں ہر نبی دوسرے کا باپ ہے تو پھر تو یہ ٹھیک ہے۔ لیکن اگر انبیاء معروف میں سے ایک دوسرے کا باپ نہیں۔ بلکہ بعض جگہ وہ کسی خاندان میں سے ہوا ہے اور بعض جگہ کسی خاندان میں سے ہوا ہے۔ تو پھر عقل اور تاریخ صریح طور پر اس عقیدہ کے خلاف ہے۔

چوتھا سوال۔ نجاست یعنی میت یا خون یا دیگر اشیاء کا پلید ہونا کیا حق رکھتا ہے؟ مثلاً علماء کا فتوے ہے کہ میت کو چھونے سے انسان پلید ہو جاتا ہے اس لئے اس پر واجب ہے کہ غسل کرے۔ کیا ان چیزوں میں کسی قسم کی پلیدی ہوتی ہے یا صرف مضر صحت ہونے کی وجہ سے پرہیز کا حکم ہے۔ اگر ان میں کوئی خاص پلیدی ہے تو وہ کیا ہے اور اگر صرف حفظانِ صحت کے لحاظ سے ہے تو انسانی نعش کے علاوہ بھی اور حیوان کی لاش کو چھونے سے کیوں غسل ضروری نہیں، اس کو اتنا پلید قرار نہیں دیا گیا جتنا انسانی نعش کو؟

جواب۔ میت یا خون یا دیگر اشیاء کا پلید ہونا مختلف جہات سے ہے کوئی پلیدی کھانے کے لحاظ سے ہے کوئی پلیدی چکھنے کے لحاظ سے ہے اور کوئی پلیدی چھونے کے لحاظ سے ہے۔ علماء کا خیال ہے کہ میت کے چھونے سے انسان پلید ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس پر واجب ہے کہ غسل کرے۔ میں اس فتوے کا قائل نہیں اگر میت کے چھونے سے انسان پلید ہو جاتا ہے اور اس پلیدی سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔ تو پھر انسان کی میت کوئی زیادہ پلید نہیں ہوتی۔ پھر تو ذبح شدہ بکری اور ذبح شدہ مرغی کو بھی چھونے سے انسان پلید ہونا چاہیئے اور جو مرغی کھالے اور بکری کھالے اس پر تو نہ صرف غسل واجب ہونا چاہیئے بلکہ قے بھی کروانی چاہیئے۔ پس یہ ایک غلط عقیدہ ہے جو علماء نے اپنے پاس سے بنا لیا ہے۔ انسانی میت کو چھونا ایسا ہی ہے جیسے زندہ انسان کو چھونا حدیثوں میں صاف طور پر آتا ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون جب فوت ہوئے تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ (اصابہ) مگر یہ کہیں بھی ذکر نہیں کہ آپ نے غسل کیا ہو۔ پھر سوال تو یہ ہے کہ ادھر تو یہ کہا گیا ہے کہ میت کو نہلانا مردے کی خدمت کرنا اور جنازہ کے ساتھ قبر تک جانا بڑے ثواب کا موجب ہے۔ اور ادھر میت کو چھونے کی وجہ سے غسل واجب کر دینا یہ عقل کے بالکل خلاف بات ہے۔

پانچواں سوال۔ کیا ساز و آواز یعنی گانا اور انواع موسیقی اسلام میں حرام ہیں یا حلال؟

جواب۔ ساز اور آواز یہ دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ ساز کا استعمال اور اس کے ساتھ گانا وقار کے خلاف ہے جو حرکات ساز والا کرتا ہے اس کے متعلق ہم برداشت بھی نہیں کر سکتے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم وہ حرکات مجلس میں کریں۔ پس چونکہ اسلام نے وقار کا حکم دیا ہے اس لئے ساز ناپسندیدہ ہے۔ بعض احادیث میں بھی بعض سازوں کے متعلق منا ہی کا حکم ہے۔ خوش الحانی سے گانا منع نہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش الحانی سے قرآن کریم پڑھتے تھے اور صحابہؓ بھی خوش الحانی سے قرآن کریم پڑھتے تھے لیکن آواز کو موسیقار کے تابع کر دینا یہ بھی چونکہ وقار کے خلاف ہو جاتا ہے۔ اس لئے علماء نے اس کو ناپسند کیا ہے اور اسی جہت سے انہوں نے کہا ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت موسیقی کے طور پر منع ہے کیونکہ موسیقار جب پڑھتا ہے تو اس کا سارا ذہن فن کے دکھانے کی طرف چلا جاتا ہے مضمون کی طرف نہیں جاتا اور ایسے تمام افعال مضمون سے غافل کر دیتے ہیں۔ پس علمائے اسلام نے ان باتوں کو ناپسند کیا ہے۔ باقی رہا حرمت کا فتوے سو حرمت کا فتوے دینا ہمارا کام نہیں۔ جس کو قرآن نے حرام کہا ہے وہ حرام ہے اور جس کو قرآن نے حلال کہا ہے وہ حلال ہے۔ جو حرام کے مشابہ ہے وہ ناپسندیدہ ہے۔ اور جو حلال کے مشابہ ہے وہ پسندیدہ ہے۔ ہم شریعت بنانے والے نہیں کہ آپ ہی ایک چیز کو حلال اور ایک کو حرام کہہ دیں۔

چھٹا سوال۔ بعض احکام تورات کو عیسائیوں میں منسوخ قرار دیا گیا ہے۔ جیسے ختنہ اور ہفتہ کی عزت اور ہفتہ کی تعطیل اور قریبی رشتہ دار لڑکی سے شادی جیسے چچا زاد لڑکی اگر یہ احکام منسوخ کرنے کے قابل تھے تو اسلام میں دوبارہ کیوں جائز ہو گئے۔ اور اگر منسوخ کرنے کے قابل نہ تھے تو عیسائیوں کے لئے کیوں منسوخ کئے گئے۔

جواب۔ عیسائیوں کے متعلق شاید آپ کو پوری واقفیت نہیں۔ عیسائیت تو کہتی ہے کہ شریعت لعنت ہے۔ اس لئے اپنی اصولی تعلیم کے لحاظ سے ان کے مذہب میں تو کوئی بھی حکم خدائی ماننے کے قابل نہیں۔ ختنہ یا ہفتہ کی عزت یا شادی کا ذکر ہی کیا ہے۔ ان سے تو یہ پوچھیئے کہ شریعت آیا صرف ان تین چیزوں کو کہتے ہیں۔ اگر شریعت تمام احکام کا نام ہے۔ تو پھر ان تین کا کیا سوال ہے سب کو منسوخ کرنا چاہیئے؟

ساتواں سوال یا یحییٰ خذ الکتاب بقوۃٍ سے تورات مراد ہے۔ یا کوئی اور کتاب جو کہ حضرت یحییٰ پر نازل ہوئی ہو اور صابی لوگ جو ایک جدید کتاب حضرت یحییٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ واقعہ میں وحی الٰہی تھی یا بعد کی جعلی ایجاد ہے

جواب۔ خذ الکتاب سے مراد ہر وہ تعلیم ہے جو خدا تعالےٰ کی طرف سے ہو۔ اور سچی ہو۔ چونکہ حضرت یحییٰ کے زمانہ میں بنی اسرائیل ہی ان کے سامنے تھے۔ اس لئے ان کے لئے اس حکم میں زیادہ تر وہی مراد تھے۔

جہاں تک میرا علم ہے حضرت یحییٰ پر کوئی اور کتاب نازل نہیں ہوئی۔ تاریخ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ بلکہ انجیل سے تو یہی پتہ لگتا ہے کہ حضرت یحییٰ کے مرید تورات پر ہی عمل کیا کرتے تھے۔

صابی لوگ درحقیقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ماننے والے ہیں اور میرے نزدیک وہ تعلیم میں ابتدائی عربوں کا۔ آہستہ آہستہ مختلف فرقے جو عیسائی یا مسلمان یا ہندو یا یہودی یا زرتشتی لیبل کے نیچے نہیں آئے۔ ان کو ہمارے مصنف صابی سمجھتے رہے۔ اگر کوئی

عائلی قبیلہ ہے (جو میرے علم میں نہیں) جو حضرت یحییٰ کی طرف کوئی کتاب منسوب کرتا ہے تو اس کتاب کے دیکھنے کے بعد مجھے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ جعلی ہے یا نہیں۔ کیونکہ آسمانی کتاب اپنے اندر سچائی کا ثبوت رکھتی ہے۔ بس بغیر دیکھنے کے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مگر عملی طور پر اس سوال کا ہم پر کوئی اثر نہیں۔ اس لئے کہ قرآن کریم کے بعد سب کتابیں منسوخ ہیں اور قرآن آیا ہی تب ہے جب پہلی کتابیں بگڑ چکی تھیں۔ اگر حضرت یحییٰ پر کوئی کتاب نازل بھی ہوئی تھی جو میرے نزدیک نہیں ہوئی۔ تب بھی وہ یقیناً رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے پہلے بگڑ چکی تھی۔ اگر کوئی شخص ایسا ہے جو سمجھتا ہے کہ وہ کتاب نہیں بگڑی تھی تو وہ کتاب لائے ہم ثابت کر دیں گے۔ کہ وہ بگڑی ہوئی تھی۔

آٹھواں سوال۔ وحدت اور اتحاد عالم اسلامی کے حصول اور فرقہ ہائے اسلامی کے اختلافات کو دور کرنے کے لئے کیا کرنا چاہیئے اور کونسے ذرائع اختیار رکھنے جائیں جن سے یقینی طور پر کامیابی حاصل ہو۔

جواب۔ وحدت اور اتحادِ عالم اسلام کے حصول کا اصل ذریعہ تو خدا تعالےٰ کی تدبیر اور خدا تعالےٰ کا فضل ہے۔ سچے مذہب عالمگیر تباہی کے بعد کبھی بھی اپنے قدم پر آپ کھڑے نہیں ہوتے۔ خدا تعالےٰ کے کسی مصلح کے ذریعہ ہی وہ کھڑے ہوتے ہیں اور خدا تعالےٰ کا کوئی بھی مصلح ایسا نہیں آیا۔ جس کے دعوے کرتے ہی لوگوں نے اسے مان لیا ہو۔ ہر مدعی کے وقت میں خدا اور اس کے فرشتوں کو شیطان اور اس کے ساتھیوں سے ایک نئی جنگ کرنی پڑی ہے مگر آخر فتح خدا تعالےٰ اور اس کے حزب کی ہوتی ہے۔ باقی عام خرابی کو دُور کرنے کے لئے ہر مومن کا کام ہے کہ وہ مومنوں کو نصیحت کرے اور انہیں سمجھاتا رہے کہ اختلافات کو کم کرو۔ اتحاد کو زیادہ کرو۔ اختلاف عقیدہ پر آپس میں لڑو نہیں۔ سیاسی اختلافات یا تمدنی اختلافات کو مذہب کا رنگ نہ دو۔ اور جو تلوار خدا نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہے اسے نہ پکڑو۔ اور نہ اس تلوار کو چلاؤ کیونکہ یہ گناہ ہے۔ اس سے ایک حد تک مسلمانوں کو فائدہ پہونچے گا۔ اور اس بڑے اتحاد کا رستہ کھلے گا جس کا میں اوپر ذکر کر چکا ہوں؂

جماعت احمدیہ کا جلسہ سالانہ

از مکرم عبدالمجید خان صاحب شوقؔ

پھر نزولِ حضرتِ باری کا ساماں ہوگیا
جتنا دردِ دلِ عاشق کا درماں ہوگیا

پھر مسیحِ وقت کے دربار میں ہو حاضری
پھر جمع ہو جاؤ مرکز میں یہ فرماں ہوگیا

پھر سنو آیاتِ قرآن و احادیثِ رسولؐ
جن کو سن کر منکرِ دیں بھی مسلماں ہوگیا

دوڑ کر کر لو زیارت مصلحِ موعود کی
ملتِ احمد پہ جو دن رات قرباں ہوگیا

لختِ جگرِ مہدئ موعود کے دیدار سے
قلبِ مضطر پھر سے رشکِ صد گلستاں ہوگیا

دشمنِ حق و صداقت کی بھی آنکھیں کھل گئیں
دیکھ کر انساں ہی انساں سخت حیراں ہوگیا

ذرّے ذرّے سے ہیں انوارِ مسرت جلوہ گر
خاکِ ربوہ سے طلوع مہرِ خنداں ہوگیا

باعثِ آرامِ جاں ہے یہ سکونِ زندگی
وصلِ محبوبِ خدا کا خوب ساماں ہوگیا

موجبِ افزائشِ اُنس و محبت بالیقیں
پھر اخوت کا سبق تازہ و تاباں ہوگیا

پھر خدا کی یاد میں یُوں کھو گیا ہے آج شوقؔ
ذرہ ذرہ اس کی جاں کا نذرِ جاناں ہوگیا

مکرم سید احمد صاحب اعجاز

عطائے یار

تیری بہارِ حُسن سے رونقِ لالہ زار ہے
ننھا سا دل کنار میں طائرکِ بہار ہے

تیرے جمیل ذکر سے تیری حسین یاد سے
غم بھی سرور بخش ہے درد بھی خوشگوار ہے

تیرے حضور میں مجھے تیری نگاہِ لطف سے
کیف سا لمحہ لمحہ ہے وجد سا بار بار ہے

عشق حضور کے لئے حُسن ظہور کے لئے
عشق بھی بے قرار ہے حُسن بھی بے قرار ہے

دونوں جہاں سے بے نیاز دونوں جہاں سے سرفراز
وہ جسے تُو عزیز ہے وہ جسے تجھ سے پیار ہے

مجھ سے گناہ گار کو لطف سے بخش دے اگر
کوئی عجب نہیں کہ تُو صاحبِ اختیار ہے

نظمِ جہاں میں ہم نشیں! شادی و غم ہیں ساتھ ساتھ
خار کے پاس پھول ہے پھول کے پاس خار ہے

جس نے دیا سرورِ دل غم بھی اسی کی دین ہے
وہ بھی عطائے یار تھی۔ یہ بھی عطائے یار ہے

اہلِ بہشت ہر جگہ راحت و غم میں شاد ہیں
نقد ہے جنتِ نعیم عیشِ جہاں ادھار ہے

روح میں غم بسایئے کانٹوں سے پیار کیجئے
موسمِ گل میں یہ بھی اک مرحلۂ بہار ہے

برقِ جگر پہ تھام کر آگ سے جو گزر گیا
چشمِ فلک میں معتبر خلق میں باوقار ہے

کانپ اٹھے ملائکہ پایۂ عرش ہل گیا
کس نے بھری ہے آہِ سرد کون یہ اشکبار ہے

کون و مکاں سے ماورا میرے سفر کی انتہا
میرے سفر میں کائنات جلوۂ رہگزار ہے

قصیدہ در شانِ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

از آقائے محمد علی صاحب دانشور تہران (ایران)

یہ قصیدہ تہران (ایران) کے ایک معزز غیر از جماعت دوست آقائے محمد علی صاحب دانشور نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی شان میں لکھا ہے اور انہوں نے مکرم عبداللہ صاحب احمدی تہران کی معرفت حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بھجوایا ہے

صبا ز کشورِ ایراں بملکِ پاکستاں
بداں دیارِ رواں بخش راحتِ دل و جاں

بمدفنِ شہدائے طریقِ آزادی
بسر زمین بسے مردمانِ با وجداں

بجایگاہ پُر از لطفُ امن و آزادی
بداں مکاں کہ بود رشکِ روضۂ رضواں

بآستانۂ ربوہ . بداں حریم شریف
کہ ہست کعبۂ آمالِ مردِ با ایماں

قدم گزار و بداں کو و ساکنِ آں کو
ز راہِ مہر و محبت سلام من برساں

ببوس خاکِ درش را کہ سرمۂ چشم است
بجوی از درِ دار الشفائے او درماں

ہر آنچہ را کہ دلت خواست در جہانِ مراد
بخواہ پیش تو از پورِ حضرتِ سلماں

مرادِ خویش طلب کن تو از جوانمردے
کہ ہست حاتمِ طائی ز جودِ او حیراں

زمانہ گشت بسے در مدارِ خود شب و روز
ز بعد حضرتِ احمد یگانۂ دوراں

کہ تا بدیدۂ محمود دیدہ بینا کرد
گرفتہ قدرت و نیروز نو عجوزِ جہاں

گرفتہ شوکت و عزت ز یمنِ ہمتِ او
دوبارہ دینِ محمدؐ ستودۂ یزداں

بدستِ مقتدرِ اوست پرچمِ اسلام
کنوں بعرصۂ پہناورِ زمین و زماں

محمدِ عربی بعد خویش در دُنیا
سپردہ دینِ خدا را بزادۂ ایراں

سہ زو بمردم دنیا کہ طالبِ خیر اند
رہِ صفا طلبند و طریقِ امن و اماں

بدانچہ احمد و محمود گفت و مے گوید
عمل کنند کہ قطعاً نمی برند زیاں

من ایں سخن بگزافہ بجس نمے گویم
بسے مراست درایں گفتہ حجت و برہاں

دلیلِ من یکے آثارِ آزو حی باشد
کہ ہست نام و نشاں از مآثرِ قرآں

دو دیگر آنکہ گلِ ہر دو را سرشتہ خدا
ز آب و خاکِ وفا و محبت و احساں

سہ دیگر آنکہ مدام از خدا طلب کردند
برائے خویش محن . راحت از برائے کساں

چہارم آنکہ بدے را بعید ندادہ جزا
بعیب کس نکشودہ بروزگار زباں

دلیلِ پنجم من در عنایتِ آں ہست
کز محبتِ شاں بہرہ ور چہ خرد و کلاں

مرا دگر نبود قدرتے کہ بشمرم
مقام و عزتِ آنرا کہ نیستش پایاں

صبا بگوی تو از من بحضرتِ محمود
کہ اے بہ پیکرِ صلح زمانہ تابِ تواں

خدا یگانہ من مے دہم ترا سوگند
بحق حرمتِ احمد مسیحِ پاکِ نہاں

ز من دریغ مکن لطفِ بے نہایتِ خود
کہ من بخوانِ عطائے تو گشتہ ام مہماں

سیّدی حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اور آپ کا عہدِ خلافت

محترم جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب سابق صدر عالمی اسمبلی

حال ہی میں تاریخ احمدیت کا چوتھا ضخیم حصہ مصنفہ مکرم مولوی دوست محمد صاحب شاہد شائع ہوا ہے جو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت کے نہایت ایمان افروز حالات پر مشتمل ہے اور بہت سی نئی اور نہایت اہم تاریخی معلومات کا مرقع ہے۔
اس تصنیف کا دیباچہ محترم جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے رقم فرمایا ہے اور اس میں آپ نے حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی حیاتِ طیبہ پر نہایت دل آویز رنگ میں روشنی ڈالی ہے۔ یہ دیباچہ افادۂ احباب کے لئے درج ذیل کیا جاتا ہے۔

خاکسار کو حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کی زیارت کا شرف اوّل مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ۱۹۰۴ء میں سیالکوٹ تشریف آوری کے موقعہ پر حاصل ہوا۔ والد صاحب مرحوم کو تو پہلے سے شرفِ نیاز حاصل تھا گو والد صاحب نے ابھی بیعت نہیں کی تھی دل میں فیصلہ کر چکے تھے ان کے ایک ہم پیشہ چوہدری محمد امین صاحب کو بھی حسن ظن تھا اور والد صاحب کی خواہش تھی کہ اگر وہ بھی بیعت کا فیصلہ کر لیں تو دونوں ایک ہی وقت میں سلسلہ میں شامل ہو جائیں۔ چوہدری محمد امین صاحب کی پوری تسلی کے لئے یہ طے ہوا کہ دونوں صاحب نماز مغرب کے بعد حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ کی خدمت میں حاضر ہو جایا کریں اور چوہدری محمد امین صاحب حضرت مولوی صاحبؓ کی خدمت میں اپنے سوال پیش کر کے اپنے شبہات کا ازالہ کر لیں چنانچہ یہ مجلس تین چار روز تک جاری رہی۔ خاکسار بھی ان دونوں بزرگوں کے ہمراہ حضرت مولوی صاحبؓ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ خاکسار کی عمر اس وقت ساڑھے ۱۱ سال تھی اور اس واقعہ پر اب ساٹھ سال گزرنے کو ہیں اس لئے اوّل تو خاکسار اس وقت بھی اس گفتگو کے موضوع کو اپنے ذہن سے بالا تصور کرتا تھا۔ دوسرے اگر کوئی تفصیل ذہن میں آئی بھی تو افسوس ہے کہ اب وہ محفوظ نہیں رہی۔

فقط اتنا یاد ہے کہ آخری مجلس سے واپسی پر والد صاحب نے چوہدری محمد امین صاحب سے دریافت کیا اب آپ کی کیا رائے ہے تو انہوں نے کہا میرے اعتراضات کا جواب تو آگیا ہے والد صاحب نے کہا پھر کل بیعت کر لیں؟ چوہدری صاحب نے کہا اچھی بات ہے جب آپ بیعت کے لئے حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوں تو مجھے بھی ساتھ لیتے چلیں۔ دوسری صبح نماز فجر سے قبل ہی والد صاحب گھر سے روانہ ہوئے خاکسار بھی ہمراہ تھا۔ رستے میں چوہدری صاحب کے مکان پر رک کر چوہدری صاحب کو آواز دی۔ انہوں نے دوسری منزل پر سے اپنی کھڑکی کھول کر کہا میرے دل کو ابھی اطمینان نہیں ہوا اس لئے میں آپ کے ہمراہ نہیں جا سکتا چنانچہ والد صاحب گئے اور بعد نماز فجر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمتِ اقدس میں گزارش ارسال کی کہ بیعت کرنا چاہتے ہیں چنانچہ حضور اقدس نے اپنی جائے قیام پر ہی باریابی بخشی اور والد صاحب نے حضور کے دستِ مبارک پر بیعت کی خاکسار بھی موجود تھا اور جماعت سیالکوٹ کے چند بزرگ بھی موجود تھے۔

اس کے بعد والد صاحب کا معمول تھا کہ ستمبر کی تعطیلات میں اور جلسہ سالانہ کے موقعہ پر قادیان حاضر ہوا کرتے تھے اور خاکسار کو بھی ہمراہ لے جاتے تھے ان ایام میں خاکسار کو حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے، مثنوی مولانا روم کے درس میں جو آپ اپنے مطب میں قبل دوپہر دیا کرتے تھے شامل ہونے اور قرآن کریم کے درس میں جو بعد نماز عصر مسجد اقصیٰ میں ہوا کرتا تھا شامل ہونے کا فخر حاصل ہوتا رہتا تھا اور بعض نصائح جو ان دنوں خاکسار نے سنیں وہ اب تک یاد میں محفوظ ہیں۔

آپ قبل دوپہر احمدیہ چوک کے شمال مشرقی کونے میں ایک لمبے دالان کے ایک حصے میں مطب کیا کرتے تھے اور مثنوی مولانا روم کا درس دیا کرتے تھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول تھا کہ حضورؑ دس بجے کے قریب سیر کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے اور حضرت مولوی صاحبؓ سیر میں حضورؑ کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے آپ نے ایک خادم کو مقرر کیا ہوا تھا کہ وہ حضورؑ کے دروازے کے باہر کھڑا رہے اور جونہی حضور دروازے کے باہر قدم رنجہ فرمائیں جلدی سے آپ کو مطب میں پہنچ کر اطلاع کرے چنانچہ یہ خادم دالان کے دروازے پر پہنچتے ہی اطلاع کرتا حضور تشریف لے آئے ہیں حضرت مولوی صاحبؓ دالان کے دوسرے سرے پر فوراً جو فقرہ منہ میں ہوتا وہیں ادھورا چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوتے اور دستار سنبھالتے اور پاپوش گھسیٹتے ہوئے دروازے کی طرف لپک پڑتے کہ جلد سے جلد حضور کی خدمت میں حاضر ہو جائیں۔

حضورؑ کی مجلس میں آپ نہایت مؤدبانہ سر نیچے خاموش بیٹھے رہتے صرف حضورؑ کے مخاطب فرمانے پر سر اٹھاتے اور حضورؑ کے مبارک چہرے کی طرف نگاہ اٹھا کر نہایت ادب کے لہجے میں مختصر جواب عرض کر دیتے۔ اپریل ۱۹۰۷ء میں خاکسار نے انٹرنس کا امتحان پاس کیا اور والد صاحب نے خاکسار کو گورنمنٹ کالج لاہور میں مزید تعلیم کے لئے بھیج دیا گرمیوں کی تعطیلات میں خاکسار گھر آیا ہوا تھا ان دنوں حضرت مولوی صاحبؓ کا ایک کارڈ والد صاحب کے نام آیا جس کا مضمون بس اتنا ہی تھا اب آپ اپنے بچے کی بیعت کرا دیں۔ اس سے خاکسار کو یہ احساس ہوا کہ حضرت مولوی صاحبؓ خاکسار کو بچہ سمجھتے ہیں ستمبر میں خاکسار والد صاحب کے ہمراہ قادیان گیا تو کچھ عرصہ اس انتظار میں رہا کہ والد صاحب بیعت کے متعلق کچھ ارشاد فرمائیں لیکن جب چند دن گزر گئے اور والد صاحب نے کچھ نہ فرمایا تو خاکسار نے خود ہی ۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء بعد نماز ظہر مسجد مبارک میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ مبارک پر بیعت کرنے کا شرف حاصل کر لیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل تھا کہ حضرت مولوی صاحبؓ کے دل میں یہ تحریک پیدا ہوئی کہ وہ والد صاحب کو اس ناچیز کی بیعت کے متعلق یاد دہانی فرمائیں اور اگرچہ والد صاحب نے اس بارے میں خاکسار کو کوئی ارشاد نہیں فرمایا لیکن خاکسار نے حضرت مولوی صاحبؓ کا کارڈ پڑھ لیا تھا اور آپ کی یہ توجہ خاکسار کے متعلق اس امر کا موجب ہوئی کہ خاکسار کو ستمبر ۱۹۰۷ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ مبارک پر بیعت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ دل سے تو خاکسار اس لحظہ سے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی میں داخل ہو چکا تھا جب کمال خوش قسمتی سے ۳ ستمبر ۱۹۰۴ء کے دن لیکچر لاہور کے موقعہ پر خاکسار کو حضورؑ کا دیدار اوّل مرتبہ نصیب ہوا تھا لیکن اگر حضرت مولوی صاحبؓ کی توجہ نہ ہوتی تو شاید اسی طرح پر خاکسار کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ مبارک پر بیعت کی سعادت حاصل نہ ہوتی اور خاکسار ان برکات سے محروم رہتا جو اس ذاتی عہد و پیمان کے ساتھ وابستہ تھیں جو ظہور پذیر ہوا۔ خاکسار کی عمر ابھی ساڑھے ۱۴ سال تھی اور مئی ۱۹۰۸ء میں مشیت ایزدی کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال وقوع میں آیا حضرت مولوی صاحبؓ کا یہ ایک احسانِ عظیم خاکسار پر ہوا اور پھر اس کے بعد تو ایک لمبا سلسلہ شفقت و رأفت اور ذرہ نوازی کا شروع ہو گیا جو آپ کے وصال تک پیہم جاری رہا۔

---

۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کے قیامت خیز روحانی زلزلے کے دن خاکسار لاہور میں موجود تھا اور حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جنازے کے ہمراہ قادیان حاضر ہونے کی سعادت میں شریک ہوا۔ اندازہ ہے کہ بعض احباب نے لاہور سے بٹالہ تک کا وہ غمناک سفر دوسرے درجے میں طے کیا لیکن یہ خوب یاد ہے کہ حضرت مولوی صاحبؓ ہم سب کے ساتھ تیسرے درجے میں تشریف فرما تھے اور آپ کی موجودگی بجائے خود بہت ڈھارس کا موجب تھی اکثر حصہ سفر آپ سر جھکائے خاموش بیٹھے رہے اور دعاؤں اور ذکر الٰہی میں یہ عرصہ صرف ہوا۔ امرتسر پہنچ کر آپ نے اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر ہی مغرب و عشاء کی نمازیں پڑھائیں دوسرے دن صبح طلوع آفتاب سے کچھ وقت گزرنے پر یہ حزیں قافلہ قادیان وارد ہوا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسدِ اطہر کو حضورؑ کے باغ والے مکان کے دالان میں نماز جنازہ کی انتظار میں رکھ دیا گیا اسی اثناء میں باہمی مشورہ سے پایا کہ حضرت مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلیفہ ہوں۔ چنانچہ آپ نے جماعت کی بیعت لی اور جماعت کو نہایت قیمتی نصائح فرمائیں اور خلیفۃ المسیح اوّل کی حیثیت سے جماعت کی باگ ہاتھ میں لی اور شکستہ اور زخم خوردہ دلوں کے لئے سہارا اور مرہم اور غمگسار بنے۔ خاکسار نے بھی اس موقعہ پر بیعت کی سعادت حاصل کی اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ باغ کے آموں والے حصہ میں پڑھا گیا اور حضورؑ کی تدفین عمل میں آئی۔

خلافتِ اولیٰ کے دوران میں اگست ۱۹۱۱ء تک خاکسار کا یہ معمول رہا کہ گرمیوں کی تعطیل میں اور سالانہ جلسے پر تو بالالتزام قادیان حاضر ہوتا اور درمیان میں بھی جب موقعہ مل جاتا۔ مئی ۱۹۱۱ء میں بی اے کا امتحان دینے کے بعد خاکسار قادیان حاضر ہو گیا اور چند ہفتے متواتر حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی خدمت میں حاضر رہا اور آپ کے چشمۂ فیض سے متمتع ہونے کا موقعہ ملا۔ کم و بیش دو ماہ قبل گھوڑے پر سے گرنے سے آپ کو چوٹیں آئی تھیں اور ان میں سے ایک جو کنپٹی کے قریب تھی ناسور کی صورت اختیار کر گئی تھی جب خاکسار حاضر ہوا تو آپ بیٹھ تو جاتے تھے لیکن ابھی چلتے پھرتے نہیں تھے آپ کے پلنگ کے ساتھ ہی آپ کی نشست کا انتظام تھا آپ تکیوں کے سہارے بیٹھے ہوئے درس بھی دیتے تھے مریضوں کو بھی دیکھتے تھے۔ حاجتمندوں کی حاجت روائی بھی فرماتے تھے اور منصب خلافت سے متعلقہ احکام اور ہدایات بھی جاری فرماتے تھے۔

ان دنوں آپ مسجد میں تشریف نہیں لے جا سکتے تھے اس لئے جب مسجد سے اذان کی آواز آتی تو آپ حاضرین سے ارشاد فرماتے جاؤ مسجد میں نماز ادا کرو اور خود نماز کی تیاری فرماتے اور

اپنی نشست پر ہی قبلہ رو ہو جاتے۔ چند شاگردوں اور خادموں کو ہدایت تھی کہ وہ آپ کے ساتھ نماز ادا کریں۔ شیخ تیمور صاحب ایم۔ اے جن کی تربیت آپ کی نگرانی میں ہوئی تھی امام ہوا کرتے تھے خاکسار کی حاضری کے پہلے ہی دن جب آپ نے فرمایا جاؤ مسجد میں نماز پڑھو تو خاکسار بھی دوسرے حاضرین کے ساتھ اٹھ کھڑا ہو۔ خاکسار کو یاد تھا کہ کئی دفعہ آپ فرما چکے تھے کہ جب عام ہدایت دی جاتی ہے کہ یوں کرو تو اکثر لوگ تو فوراً مستعدی سے اس کے مطابق عمل شروع کر دیتے ہیں لیکن جو اپنے تئیں نمبردار شمار کرتے ہیں حرکت نہیں کرتے۔ گویا کہ وہ مخاطب ہی نہیں تھے۔ آپ کے اس ارشاد کے پیش نظر خاکسار فوراً چستی سے مسجد جانے کے لئے کھڑا ہو گیا تو آپ نے نگاہ بلند کر کے فرمایا میاں تم یہیں نماز پڑھا کرو۔ خاکسار نے یوں محسوس کیا کہ دنیا کے سب سے بڑے روحانی دربار سے خلعت فاخرہ عطا ہوئی ہے۔ اس وقت خاکسار کی عمر ۱۸ سال تھی۔

جب آپ قبلہ رو ہو کر بیٹھ جاتے اور نماز کے لئے صف بنتی تو آپ کے بائیں طرف تو آپ کا پلنگ ہوتا اور دائیں طرف خاکسار کھڑا ہو جاتا اور اس خیال سے کہ آپ کے بالکل قریب کھڑا ہونا آپ کی طبیعت پر گراں نہ ہو اور پاس ادب بھی خاکسار چند انچ کا فاصلہ درمیان میں چھوڑ کر کھڑا ہوتا لیکن آپ اپنے دائیں دست مبارک سے خاکسار کو بالکل قریب کر لیتے۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ عصر کی نماز کے وقت شیخ تیمور صاحب موجود نہیں تھے۔

جب آپ نماز کے لئے تیار ہوئے۔ تو آپ نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی اور پھر خاکسار کو کمال شفقت سے فرمایا۔ میاں تم نے بھی قرآن پڑھا ہے۔ تم نماز پڑھاؤ۔ تعمیل ارشاد کے سوائے چارہ نہ تھا!

امتحان کے بعد قادیان حاضر ہونے سے پہلے خاکسار والد صاحب کے استفسار پر ان کی خدمت میں گزارش کر چکا تھا کہ خاکسار کو قوی امید بفضل اللہ امتحان میں کامیابی کی ہے۔ قادیان کے قیام کے دوران میں والد صاحب کا ارشاد موصول ہوا کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں یہ گزارش کرو کہ امتحان میں کامیابی کی بفضل اللہ امید ہے اور بصورت کامیابی اگر آپ اجازت عطا فرمائیں تو میرے والد صاحب کی خواہش ہے کہ وہ مجھے مزید تعلیم کے لئے انگلستان بھیجیں اس لئے حضور کی خدمت میں اجازت کی درخواست پیش ہے زبانی تو عرض کرنے کا حوصلہ نہیں تھا۔ خاکسار نے ایک رقعہ جس میں علاوہ اس گزارش کے امتحان میں کامیابی کی دعا کی اور بعض دیگر امور کے متعلق گزارشات تھیں آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ پڑھتے گئے اور ساتھ ساتھ حاشیے پر اپنے ارشادات کا لیکھ مختصر الفاظ میں رقم فرماتے گئے۔ اور پھر رقعہ خاکسار کو معہ اپنے ارشادات کے واپس کر دیا۔ جن فقروں میں دعا کی گزارش تھی ان کے مقابل پر دعا کریں گے ثبت تھا اور باقی فقروں کے مقابل مناسب احکام و ہدایات تھیں۔ انگلستان جانے کی اجازت طلبی کے متعلق ارشاد تھا۔ استخارہ کریں آپ بھی اور آپ کے والد صاحب بھی۔ پھر اگر اطمینان ہو تو اجازت ہے خاکسار نے اسی دن اس ارشاد کی تعمیل میں استخارہ شروع کر دیا۔ اور چند دن کے اندر واضح اشارہ والد صاحب کی خواہش کی تائید میں پایا۔ انہی دنوں میں دو تین اور طلباء نے بھی ایسی ہی اجازت حاصل کرنے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں گزارش کی تھی لیکن آپ نے عطا نہیں فرمائی۔ خاکسار کو تو کوئی خاص شوق بھی انگلستان جانے کا نہیں تھا۔ بلکہ والدہ صاحبہ کی پریشانی کے پیش نظر طبیعت رکتی تھی۔ لیکن آپ نے استخارے کے نتیجہ میں اطمینان ہونے کی شرط پر اجازت مرحمت فرمادی

آپ کی مجلس تو ہر لحاظ سبق آموز تھی۔ لیکن ایک دن دو واقعات تھوڑے سے وقفے پر ایسے پیش آئے جن کا خاکسار کی طبیعت پر گہرا اثر ہوا۔ آپ درس تدریس میں مشغول تھے نظر اٹھا کر کمرے کے پچھلے حصے کی طرف جو توجہ فرمائی تو دیکھا کہ آپ کے شاگرد مولوی غلام نبی صاحب مصری مرحوم جو کمرے میں کوئی کتاب یا کاغذ ایک الماری سے لینے کے لئے داخل ہوئے تھے اب واپس لوٹ رہے ہیں۔ مولوی صاحب نے کمرے میں داخل ہوتے وقت السلام علیکم کہا تھا۔ جو خاکسار نے بھی سنا تھا۔ لیکن چونکہ آپ کی توجہ کسی اور طرف تھی آپ نہ سن پائے ہوں گے چنانچہ مسکرا کر فرمایا۔ مولوی صاحب السلام علیکم مولوی صاحب نے بڑے انکسار سے وعلیکم السلام عرض کیا اور کہا حضور میں نے السلام علیکم تو عرض کیا تھا لیکن حضور تک پہنچا نہیں سکا۔

ان دنوں آپ بخاری شریف کا درس دیا کرتے تھے۔ شیخ تیمور صاحب پڑھتے جاتے تھے اور باقی شاگرد سنتے تھے کہیں کہیں شیخ صاحب یا کوئی اور شاگرد سوال کرتے اور آپ وضاحت فرماتے یا خود ہی کوئی نکتہ بیان فرما دیتے۔ اس دن شیخ صاحب نے ایک حدیث پڑھی اور اس کے متعلق کوئی سوال کیا اتنے میں کسی نے کوئی رقعہ پیش کر دیا تھا یا کسی محکمے سے کوئی کاغذ آگیا تھا اور آپ کی توجہ ادھر ہو گئی تھی۔ آپ نے شیخ صاحب کا سوال نہ سنا جب آپ دوسری طرف سے فارغ ہوئے اور توجہ درس کی طرف لوٹی۔ تو شیخ صاحب نے اگلی حدیث پڑھ دی۔ آپ نے پہلی حدیث کی طرف توجہ دلا کر فرمایا۔ فلاں بات رہ گئی۔ شیخ صاحب نے کچھ ناز سے کچھ دق ہونے کے لہجے میں کہا۔ میں نے پوچھا تو تھا آپ نے توجہ نہیں کی میں نے خیال کیا۔ کہ آپ کچھ کہنا نہیں چاہتے۔ آپ مسکرائے اور نظر اٹھا کر باقی شاگردوں کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا شیخ خفا ہو گئے۔

عصر کی نماز کے بعد صحن میں سایہ ہو جاتا تو آپ کی مجلس صحن میں منتقل ہو جاتی۔ جب تک آپ مجلس میں جلوہ افروز رہتے۔ خاکسار بالالتزام حاضر رہتا۔ ایک دن کچھ تعجب کے لہجے میں فرمایا میاں اس وقت سب لڑکے لڑکیاں کے لئے کھیل کود میں حصہ لیتے ہیں۔ تمہارا دل نہیں چاہتا؟ خاکسار نے عرض کیا۔ حضور مجھے شوق نہیں۔ آپ مسکرا دیئے

ایک دن آپ صحن میں تشریف فرما تھے۔ گھر میں استعمال کے لئے ایندھن آیا۔ اور باہر کی ڈیوڑھی میں پھینک دیا گیا۔ وہاں سے ایندھن باورچی خانے کے ساتھ کی کوٹھڑی میں منتقل کرنے کے لئے صحن میں سے گزرنا پڑتا تھا کچھ لڑکے ایندھن اٹھا کر ڈیوڑھی سے کوٹھڑی کو لے جا رہے تھے خاکسار بھی شوق خدمت میں ان کے ساتھ شامل ہو گیا۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا میاں تم چھوڑ دو تمہارا یہ کام نہیں۔

دوپہر کے وقت ڈاکٹر صاحبان آپ کی کنپٹی والے زخم کی مرہم پٹی کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے ان کے آنے پر مجلس برخاست ہو جاتی اور شیخ تیمور صاحب۔ چوہدری شیخ محمد صاحب سیال مرحوم اور ایک دو شاگرد حاضر خدمت رہ جاتے ڈاکٹر صاحبان کے چلے جانے کے بعد آپ کچھ دیر استراحت فرماتے اور جو خدام حاضر ہوتے ان میں سے کوئی آہستہ آہستہ بدن دباتا۔ ایک دن اتفاق سے ڈاکٹر صاحبان کے چلے جانے پر فقط خاکسار ہی حاضر تھا۔ چنانچہ اسی خدمت کی سعادت خاکسار کے حصے میں آئی۔ چند منٹ دبانے کے بعد خاکسار کو خیال ہوا کہ شاید آپ سو گئے ہوں اور مزید دبانے سے آپ کے آرام میں خلل آئے اس لئے خاکسار نے ایک لحظہ کے لئے اپنے ہاتھ تھام لئے۔ آپ سوئے نہیں تھے اور یہ محسوس کر کے کہ خاکسار اٹھنے کو ہے آپ نے اپنا بازو اٹھا کر خاکسار کے گلے میں ڈالا اور خاکسار کے چہرے کو نیچا کر کے اپنے مبارک چہرے کے ساتھ لگا لیا۔ دو تین منٹ اسی حالت میں گزرے۔ خاکسار نے اندازہ کیا کہ آپ دعا فرما رہے ہیں۔ پھر اپنا بازو ہٹا لیا اور لیٹے لیٹے ہی فرمایا میاں ہم نے تمہارے لئے بہت دعائیں کی ہیں۔

غرض خاکسار کے قیام دارالامان کا وہ عرصہ اسی کیفیت میں گزرا کہ تمام دن آپ کی مجلس میں گزرتا اور خاکسار ہمہ آپ کی محبت و شفقت اور ذرہ نوازیوں سے بہرہ ور ہوتا۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک

اسی اثنا میں امتحان کا نتیجہ نکل آیا۔ خاکسار آپ کی مجلس برخاست ہونے پر محسن و مشفق حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب (غفر اللہ وجعل الجنۃ العلیا مثواہ) کے دولت کدے پر دوپہر کے کھانے کے لئے گیا۔ وہاں پہنچنے پر محترمی جناب چوہدری مبارک اسمٰعیل صاحب کا کارڈ لاہور سے ملا جو اطلاع میں یہ خبر درج تھی کہ بی۔ اے کے امتحان کا نتیجہ نکل آیا ہے اور تم بفضل اللہ اول درجہ میں پاس ہو گئے ہو۔ خاکسار کارڈ ہاتھ میں لئے الٹے پاؤں پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اور خاکسار نے کارڈ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ پڑھ کر آپ بہت خوش ہوئے اور خاکسار کو مبارکباد اور دعا دی۔ اسی تیسرے پہر کی مجلس میں جو صاحب بھی حاضر ہوتے آپ انہیں مخاطب کر کے فرماتے آج ہمیں ایک بہت خوشی کی خبر ملی ہے اور خاکسار کی طرف اشارہ کر کے فرماتے یہ امتحان اول درجے میں پاس ہو گئے ہیں۔ اور تعجب ہے کہ انہیں پہلے ہی معلوم تھا کہ پاس ہو جائیں گے۔ یہ آخری جملہ بھی اظہار خوشنودی کا ایک طریق تھا ورنہ خاکسار نے تو اپنے رقعے میں صرف اتنا گزارش کیا تھا کہ پرچے بفضل اللہ اچھے ہو گئے ہیں۔ اور امید ہے کہ خاکسار پاس ہو جائیگا

ایک دن آپ نے فرمایا ہمیں بار بار پیاس محسوس ہوتی ہے ڈاکٹروں نے جو کچھ تجویز کیا ہم نے کر دیکھا ہے۔ کچھ افاقہ نہیں ہوا۔ ڈاکٹروں کی تجویزیں تو انگریزی میں آپ خود ملک بھر میں چوٹی کے صاحب تجربہ حاذق طبیب تھے۔ اور یہ خاکسار ایک ناداں بچہ تھا۔ آج تک یہ بات یاد آنے پر پیشانی عرق انفعال سے نم ہو جاتی ہے۔ کہ کیسی احمقانہ جرأت کا ارتکاب خاکسار سے ہو گیا۔ دو فرط محبت میں سب کچھ بھول گیا۔ اور عرض کی کہ اگر حضور چائے الائچی کی آمیزش کے ساتھ نوش فرمائیں تو ممکن ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تکلیف کا ازالہ فرمائے۔ کیا ہی دل لبھانے والی وہ مسکراہٹ تھی اور کس قدر پر شفقت وہ نگاہ تھی اور کیا ہی دلنواز وہ انداز تھا۔ جس میں آپ نے فرمایا۔ میاں ہمارا تجربہ تو یہ ہے کہ ہمیں دودھ کی ملاوٹ کی وجہ سے چائے کے استعمال کے نتیجے میں اسہال کی تکلیف ہو جاتی ہے اور ساتھ ہی کسی خادم کو ارشاد فرمایا ہمارے ایک پیارے نے یہ تجویز کی ہے اندر کہدو الائچی ڈالکر چائے تیار کریں اور ہمیں بھیجدیں ہم اسے استعمال کرینگے

امتحان کا نتیجہ معلوم ہو جانے کے چند دن بعد خاکسار سفر انگلستان کی تیاری کرنے کے لئے دارالامان سے سیالکوٹ چلا گیا۔ اور تیاری مکمل ہونے پر والد صاحب والدہ صاحبہ اصل جائے میاں جتال (جو ہمارے دادا جان کے

وقت سے ہماری زمینوں کا انتظام کیا کرتے تھے اور خاکسار دارالامان حاضر ہوتے تا خاکسار حضرت خلیفۃ المسیح اول کے بعد دعا سفر پر روانہ ہوں۔ اس دفعہ دارالامان میں قیام کا عرصہ مختصر تھا۔ غالباً ایک دن رات ہی ٹھیر سکے۔ میاں جماں اپنے کام میں تو خوب ہوشیار تھے لیکن لکھے پڑھے نہ تھے اور روحانی معاملات سے بھی چنداں واقف نہیں تھے۔ پہلی دفعہ انہیں قادیان حاضر ہونے کا موقعہ ملا تھا۔ گھر سے فیصلہ کر کے روانہ ہوئے تھے کہ دارالامان پہنچ کر بیعت کا شرف حاصل کریں گے۔

چنانچہ بعد نماز عصر حضرت خلیفۃ المسیح اول کی خدمت میں بیعت قبول کئے جانے کی درخواست کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کچھ دن ٹھیریں۔ میاں جماں نے کمال سادگی سے عرض کیا۔ حضور مجھے تو کل چوہدری صاحب (والد صاحب مرحوم) کے ہمراہ جانا ہے آپ نے ہنستے ہوئے فرمایا تو آپ چوہدری صاحب کی بیعت کریں۔ ہماری بیعت کیوں کرتے ہیں۔ کیسے مختصر الفاظ میں آپ نے عہد بیعت کی حقیقت اور اس کا مفہوم واضح فرما دیئے۔ بیعت کے معنے تو ہیں بک جانا۔ جب آپ ہمارے ہاتھ پر بک گئے تو ہماری اطاعت لازم ہو گئی۔ چوہدری صاحب کا یا کسی اور کا پھر کیا دخل باقی رہ گیا۔ دنیا جانتی ہے کہ آپنے اپنے عہد بیعت کو کس طور پر اور کس خوبی سے نباہا تھا۔ تبھی تو اپنے محبوب آقا کے دربار سے یہ سنہری سند خوشنودی پائی ہے

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نور یقیں بودے

خاکسار کو پاس بٹھا کر کمال شفقت سے چند نصائح لکھوائیں جن پر بفضل اللہ خاکسار عمل پیرا رہنے کی توفیق پاتا رہا ہے۔ اور بڑے بڑے فوائد ان سے حاصل کئے ہیں۔

فرمایا جب سفر ختم ہونے کے قریب منزل مقصود نظر آنے لگے تو اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبَّ الْاَرَضِیْنَ السَّبْعِ وَمَا اَقْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّیَاحِ وَمَا ذَرَیْنَ وَرَبَّ الشَّیَاطِیْنِ وَمَا اَضْلَلْنَ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ وَخَیْرَ اَھْلِھَا وَخَیْرَ مَا فِیْھَا وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ وَشَرِّ اَھْلِھَا وَشَرِّ مَا فِیْھَا اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاھَا وَاَعِذْنَا مِنْ وَبَاھَا اَللّٰھُمَّ حَبِّبْنَا اِلٰی اَھْلِھَا وَحَبِّبْ صَالِحِیْ اَھْلِھَا اِلَیْنَا سنون دعا پڑھا کرنا اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ جَلِیْسًا صَالِحًا کا ورد رکھنا۔ قرآن کریم جس قدر میسر ہو روزانہ پڑھنا۔ ہمیں خط لکھتے رہنا۔ تاکہ دعا کی تحریک ہوتی رہے۔

ہر علم میں شرفاء کا طبقہ ہوتا ہے وہاں سے علم حاصل کیا جاوے اور تعلق رکھنا اپنے ہم ملک طلباء کے ساتھ زیادہ میل جول نہ بڑھانا۔

وہ ملک سرد ہے لوگ کہتے ہیں کہ سردی کی مدافعت کے لئے شراب کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ہم طبیب ہیں اور ہم کہتے ہیں یہ بات غلط ہے۔ اگر سردی سے بچاؤ کے لئے کچھ پینے کی ضرورت محسوس کرو تو کوکو استعمال کرو۔

یہ آخری ملاقات تھی۔ لیکن خط و کتابت کے ذریعے نصف الملاقات کا شرف انگلستان بیٹھے ہوئے بھی نصیب ہوتا رہا۔ ہر عریضے کا جواب بالالتزام آپ دست مبارک سے رقم فرماتے اور خطاب بدلتے رہتے کبھی تو صرف پیارے السلام علیکم پر اکتفا فرماتے۔ کبھی ارشد و ارجمند باشی۔ السلام علیکم۔ کبھی۔ ظفر اللہ باشی السلام علیکم وغیرہ۔

خاکسار اگر تعطیل کے ایام میں انگلستان سے باہر جانے کا ارادہ کرتا تو پہلے آپ کی خدمت میں اجازت کی درخواست ارسال کرتا اور اجازت ملنے پر سفر اختیار کرتا۔ چنانچہ ایک بار اجازت کی درخواست کے جواب میں ارشاد تحریر فرمایا کوئی دینی یا دنیوی مقصد سامنے رکھ لو۔ اجازت ہے۔

آخری بیماری میں بھی خاکسار کا عریضہ اجازت سفر کے بارے میں خدمت اقدس میں پہنچا تو دست مبارک سے اجازت تحریر فرمائی اور خاکسار کو آپ کا ارشاد آپ کے وصال سے چند دن قبل وصول ہو گیا ان دنوں قادیان سے لندن خط پہنچنے میں ۱۷-۱۸ دن صرف ہوا کرتے تھے۔

۱۹۱۲ء میں خواجہ کمال الدین انگلستان تشریف لے گئے تھے۔ لندن پہنچنے پر انہوں نے اسی مکان میں قیام پسند فرمایا جس میں خاکسار ٹھیرا ہوا تھا۔ ایک دن شام کے وقت سیر کے دوران میں خواجہ صاحب نے اپنے دو خواب خاکسار سے بیان کئے جن کا ذکر یہاں غیر متعلق نہ ہو گا۔

خواجہ صاحب نے بیان کیا کہ جن دنوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری بار لاہور میں تشریف فرما تھے میں نے خواب میں دیکھا کہ مولوی محمد علی صاحب ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب اور تین چار ہمارے اور دوست اور میں گرفتار ہو گئے ہیں اور ہم پر الزام یہ ہے کہ ہم نے بغاوت کی ہے چنانچہ ہمیں عدالت میں حاضر کیا گیا۔ میں نے خواب میں خیال کیا کہ ہمیں بادشاہ کے حضور پیش کیا گیا ہے۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ تخت شاہی پر جلوہ افروز ہیں۔ آپ نے ہمیں مخاطب کر کے فرمایا

تم نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے۔ بتاؤ تمہیں کیا سزا دی جائے۔ میں نے کہا اب آپ کا راج ہے آپ جو چاہیں حکم صادر فرمائیں اس پر حضرت مولوی صاحبؓ نے فرمایا ہم تمہیں ملک بدر کرتے ہیں۔ بیدار ہونے پر جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقعہ ملا تو میں نے اپنا خواب حضور کی خدمت میں گذارش کیا۔ آپ نے فرمایا شاہی قیدی ہونا کوئی بری بات نہیں پھر میں نے حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں اپنا خواب سنایا۔ وہ سن کر چند منٹ تو سر جھکائے خاموش رہے پھر کہا کسی اور سے ذکر نہ کرنا۔ چند دن بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہو گیا۔ میں حضرت مولوی صاحبؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔ حضرت میرا وہ خواب پورا ہو گیا میری بیعت قبول فرمایئے۔ آپ نے کہا نہیں نہیں قادیان چل کر مشورہ کریں۔ حضرت ام المومنینؓ سے دریافت کریں۔ میاں محمودؓ سے مشورہ کریں۔ نواب محمد علی خانؓ۔ میر ناصر نوابؓ سے مشورہ کریں۔ قادیان پہنچنے کے بعد فوراً مشورہ ہوا۔ اور حضرت مولوی صاحبؓ کا انتخاب بطور خلیفۃ المسیح الموعودؑ عمل میں آیا۔ کچھ عرصہ کے بعد میں نے پھر خواب میں دیکھا کہ ہم وہی لوگ پھر گرفتار ہو کر مولوی صاحبؓ کے روبرو پیش کئے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم لوگوں نے پھر ہمارے خلاف بغاوت کی ہے ہم حکم دیتے ہیں کہ تمہارے سر کاٹ دیئے جائیں چنانچہ ہمیں مقتل میں لے جایا گیا اور جب بھی اس نظارے کو یاد کرتا ہوں جب جلاد نے ایک ہیبت ناک کلہاڑے کے وار سے میرا سر میرے تن سے جدا کر دیا تو مجھ پر ویسی ہی دہشت طاری ہو جاتی ہے جیسی خواب میں طاری ہوئی تھی۔

حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی وفات سے چند دن پیشتر شیخ نور احمد صاحب جو خواجہ صاحب کے منشی رہ چکے تھے اور بعد میں انگلستان پہنچکر خواجہ صاحب کے مددگار کے طور پر ان کے ساتھ ووکنگ میں رہائش رکھتے تھے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضورؐ کے خلیفہ مقرر ہوئے ہیں۔ شیخ نور احمد صاحب نے خود ہی اس خواب کی تعبیر بیان کی کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ کی وفات قریب ہے اور ان کے بعد جناب صاحبزادہ میرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب ایدہ اللہ تعالے بنصرہ العزیز و متعنا اللہ بطول حیاتہ، خلیفہ ہونگے

آپ کی وفات پر جماعت میں اختلاف ہو گیا۔ والد صاحب کا خط خاکسار کو ملا۔ کہ یہ دین کا معاملہ ہے میں اس بارے میں تمہیں کوئی مشورہ نہیں دیتا۔ صرف اتنا کہتا ہوں کہ جلدی نہ کرنا غور و فکر اور دعاؤں میں ہدایت طلب کرنے کے بعد فیصلہ کرنا۔

والدہ صاحبہ کی طرف سے خط ملا کہ جماعت میں بہت فساد پیدا کر دیا گیا ہے میں نے اپنی طرف سے اور تمہاری بہن اور بھائیوں کی طرف سے بیعت کا خط لکھوا دیا ہے تم میرا یہ خط ملتے ہی فوراً بیعت کا خط لکھ دینا۔ خاکسار کی طبیعت پہلے ہی تیار تھی خاکسار نے اسی دن حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ و متعنا اللہ بطول حیاتہ کی خدمت میں بیعت کا عریضہ ارسال کر دیا۔

انگلستان سے خاکسار کی واپسی شروع نومبر ۱۹۱۴ء میں ہوئی خاکسار سیالکوٹ اپنے والدین کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے سفر کے دوران ہی میں قادیان حاضر ہوا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ کی خدمت اقدس میں باریابی اور حضور کے دست مبارک پر بیعت کے شرف سے مشرف ہوا۔

خاکسار کی واپسی پر عزیز عبدالحی مرحوم نے بتایا کہ جس دن تمہارا عریضہ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی خدمت میں پہنچا تھا آپ کو بہت خوشی ہوئی تھی۔ اور آپ گھر میں پیغام بھیج دیا کرتے تھے آج ہمارا کوئی مرغوب کھانا تیار کرنا ہمیں اپنے ایک پیارے کا خط ملا ہے اور ہمیں بھوک محسوس ہوتی ہے اس کے بعد جب جمعہ کا دن آتا اور آپ جمعہ کی نماز کے لئے مسجد کو جانے کے لئے تیار ہو جاتے تو فرماتے یہی خط ہماری جیب میں رکھ دو ہم اس کے لئے دعا کریں گے۔

سبحان اللہ کس قدر شفقت اور رافت آپ کے وسیع اور پر درد دل میں ایک ناداں ناچیز حقیر خادم بچے کے لئے تھی اور آپ کی کریمانہ توجہ و بخشش باوجود اپنی بے شمار کوتاہیوں اور کمزوریوں کے کس قدر نازاں تھا۔

اے خدا بر تربت او بارش رحمت ببار
داخلش کن از کمال فضل در بیت النعیم

خاکسار ظفر اللہ خان نیویارک ۱۲ ستمبر ۱۹۶۳ء

(۱)

ازل سے حکمِ خدا ہے کہ بعد از ہجرت
"کریں گے اہلِ نظر تازہ بستیاں آباد"
فرازِ کوہ سے دیکھو کنارِ جوئے چناب
قدم قدم پہ ہے بکھری وفاؤں کی روداد

(۲)

فروغِ دین کی ہے آپ کو لگن ہر دم
اسی لگن ہی کی تابانیوں کا ہے یہ خروش
حریمِ دل کی طرح شورہ زارِ ربوہ بھی
ہُوا ہے آپ کے قدموں سے آج جلوہ فروش

(۳)

ہمارے لب پہ شب و روز یہ دعائیں ہیں
رہیں ہمیشہ سلامت بہ ہستیٔ عاطر
حضور! آپ کی نظریں اگر قبول کریں
ہماری جان بھی حاضر ہے دین کی خاطر

(۴)

زہے نصیب ہے نسبت ہمیں بھی کچھ اُس سے
کہ جس کے فیض نے آفاق کو جِلا دی ہے
کہ جس کے عزم نے مایوسیوں کی ظلمت میں
ضیائے منزلِ انسان کو صدا دی ہے

دورِ خزاں گذر گیا فصلِ بہار آ گئی

مکرم میر اللہ بخش صاحب تسنیم

دورِ خزاں گذر گیا فصلِ بہار آ گئی
لالہ بدوش آگئی گُل بہ کنار آ گئی
سبزے کا باغ و راغ میں فرشِ زمردیں بچھا
موجِ صبا بکھیرتی مشکِ تتار آ گئی
رہزنِ ہوش و آگہی نغمۂ جانفزا لئے
بلبلِ سوختہ جگر زمزمہ بار آ گئی
لالہ و گُل کو چومتی بادِ صبا سبک خرام
قافلۂ نشاط کی تھامے مہار آ گئی
جام بکف ہر ایک پھول مینا بدوش ہر کلی
جوشِ نمو سے وجد میں مشتِ غبار آ گئی
مہدی آخر الزماں جس کے ظہور کی خبر
بادِ صبا کے دوش پہ ہو کے سوار آ گئی
جلوہ نما ہُوا ہے یوں ظلمتِ کائنات میں
تاروں کو لے کے کہکشاں بہرِ نثار آ گئی
چرخ پہ مہر و ماہ نے پرچمِ حق کیا بلند
خوف سے کانپتی صلیب سینہ فگار آ گئی
دینِ محمدی فزوں ہونے لگا جہان میں
فتح کی ساعتِ سعید آخرِ کار آ گئی
بٹنے لگی مئے بقا میکدۂ نشاط سے
ہو کے تمام کائنات بادہ گسار آ گئی
فیضِ دمِ مسیح سے مردوں کو زندگی ملی
غم کی دوا ترے لئے دلِ زار آ گئی
حق کے فروغ کیلئے راہیں تمام کھل گئیں
حسبِ مراد گردشِ لیل و نہار آ گئی
شوکتِ دینِ مصطفےٰ پھر ہوئی اوج آشنا
آنکھوں میں حسن کا لئے رنگِ خمار آ گئی
آنے لگی ہے زندگی صدق و صفا کے رنگ پر
امتِ سیّدِ رسل بر سرِ کار آ گئی
شاد ہو قلبِ مضطرب تیری دعائے نیم شب
پہلو میں لے کے دولتِ صبر و قرار آ گئی
دینے لگی ہیں ظلمتیں نور و سرور کو جنم
لے کے جلو میں آفتاب تو شبِ تار آ گئی
مسلمِ سوختہ جگر سوئے حرم چلا ہے پھر
بن کے ضیائے بزمِ جاں شمعِ مزار آ گئی
امتِ مسلمہ کی پھر ہو گئیں ہمتیں بلند
مہر و مہ و ستارہ کو کرنے شکار آ گئی
ابرِ کرم سے پھوٹ کر روشنی ناچتی ہوئی
کشتِ امید کے لئے تازہ پھوار آ گئی

حسنِ طلوعِ مہر کا قابلِ دید ہے سماں
ہونے لگا بہشت کا محفلِ زیست پر گماں

اسلامی شریعت کا ایک نمایاں اور بے مثال کمال

بیماروں اور معذوروں کے استثناء کا پُر حکمت طریق

مکرم مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل

قرآن مجید کامل شریعت اور اسلام دین فطرت ہے۔ کامل شریعت جو ساری نسل انسانی کے لئے ہو اسکے لئے ضروری ہے کہ وہ انسانوں کے سب طبقات کے حالات اور ان کی ضرورتوں کے مطابق احکام جاری کرے اس میں ہر قسم کے لوگوں کو ملحوظ رکھا گیا ہو۔ قرآن مجید پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے انسانوں کے جملہ حالات کو مدنظر رکھا ہے اور یہ ایک بات ہی ایسی واضح دلیل ہے جس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ فی الواقع قرآن مجید خالقِ فطرت خدائے رب العالمین کا کلام ہے اور سب انسانوں کے لئے ہے۔

ہمارا یہ دعوٰے ہے کہ قرآن شریف میں سب انسانوں کے سب حالات کو مدنظر رکھ کر احکام دئے گئے ہیں اور ان احکام میں ایسی وسعت اور لچک ہے کہ وہ انسانی طبقات پر حاوی اور ان کے لئے قابل عمل ہیں۔ ہمارا یہ دعوٰے ہر پہلو سے ثابت ہے مگر آج کے اس مقالہ میں میں صرف انسانوں کی بیماری کی حالت کے پیش نظر قرآنی شریعت کے امتیاز اور اس کی بے مثل خوبی کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

انسان پر بیماری کے دور بھی آتے ہیں دیندار اور متقی انسان کے دل میں بیماری کے اوقات میں ایک تڑپ اور کڑھن پیدا ہوتی ہے کہ میں اس وقت شرعی احکام کی پوری تعمیل سے قاصر ہوں۔ میں اس طرح عبادتوں میں حصہ نہیں لے سکتا جس طرح دوسرے تندرست لوگ حصہ لے رہے ہیں یا جیسا میں خود اپنی تندرستی کی حالت میں حصہ لیا کرتا تھا۔ یہ احساس ایک سچے مومن کے لئے سخت تکلیف دہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو انسانی فطرت کا خالق ہے اور انسان کے دل کے جذبات کو جانتا ہے۔ اس نے اپنی پاک کتاب میں احکام کے ساتھ انسان کو اس بارے میں بھی تسلی دی ہے۔ وہ فرماتا ہے — کہ ہم نے جملہ احکام شریعت انسان کی طاقت اور قوت کے مطابق دئے ہیں اسے کسی ایسی بات کے ماننے کے لئے نہیں کہا جو اسکی عقل کے مخالف ہو اور اسے کسی ایسے عمل کا مکلف نہیں کیا جو اسکی طاقت سے باہر ہو۔ ہاں جو لوگ معذور ہیں۔ بیمار ہیں اندھے ہیں لنگڑے ہیں یا کسی اور لحاظ سے کسی حکم پر عمل پیرا نہیں ہو سکتے وہ مت گھبرائیں ہم ان کی معذوری کو ملحوظ رکھیں گے اور ان کی روحانی ترقی میں رخنہ پیدا نہ ہونے دیں گے ہاں ان کی نیت اور ان کے جذبات خلوص و درست ہونے چاہئیں۔

اوّل تو خود احکام شریعت کی بنیاد سہولت اور یُسر پر ہے فرمایا یرید اللہ بکم الیسر۔ کہ میں نے تمہاری سہولت اور راحت کی خاطر شریعت نازل فرمائی ہے اور اسی لئے یہ احکام تمہیں دئے ہیں اسلامی شریعت کے احکام کی تفصیل پر غور کرنے سے ایک عجیب لذت حاصل ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح جامع احکام دئے ہیں اور پھر ان میں کس قدر وسعت اور سہولت پیدا فرمائی ہے۔ ادنیٰ تدبر سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسلامی شریعت سراسر رحمت اور برکت ہے۔ کتنے غلط کار وہ لوگ تھے جنہوں نے خدا کی شریعت کو انسانوں کی تعجیز یعنی عاجز ثابت کرنے کے لئے ٹھہرایا اور آخر کار اسے لعنت قرار دیدیا۔ اسلام نے جو شریعت پیش فرمائی ہے۔ وہ تو سراسر خیر و برکت ہے اسی لئے فرمایا کہ جب مومنوں سے پوچھا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کیا نازل فرمایا ہے قالوا خیراً تو وہ کہتے ہیں کہ اس نے سراسر خیر و برکت نازل فرمائی ہے۔

پس اوّل تو احکام شرعیہ محض برکت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو اس کی طاقت کے مطابق مکلف بنایا ہے فرماتا ہے لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا (البقرہ ع۲۸۶) کہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو اس کی طاقت کے مطابق احکام دیتا ہے پھر فرمایا لا نکلف نفساً الا وسعھا (الانعام ع۱۵۳) کہ ہم ہر شخص کو اس کے حالات اور گنجائش کے تحت ہی ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ لا تکلف نفس الا وسعھا (البقرہ ع۲۳۳) ہر جان پر اسکی مقدرت کے موافق ہی بوجھ ڈالا جاتا ہے قرآن مجید کے اس اصول کے مطابق شریعت کی جامعیت وسعت اور اس کی لچک ایک ایسی نمایاں خوبی ہے جس سے ظاہر ہے کہ شریعت محمدیہ عالمگیر اور انسانی فطرت کے مطابق ہے دوسرے خداوند تعالیٰ نے اس اصولی ہدایت کے علاوہ احکام شرعیہ کے بیان کے وقت اور ان کے فوائد کے ذکر کے موقع پر بیماروں اور معذوروں کا استثناء کر کے دلوں میں طمانیت پیدا فرما دی۔

احکام شرعیہ میں سے بلحاظ اہمیت نماز اولین حکم ہے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ نماز ادا کرے ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتاباً موقوتاً کہ مومنوں پر بروقت نماز ادا کرنا لازم ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص بیماری وغیرہ کے باعث کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر پڑھ لے۔ بیٹھ بھی نہ سکے تو لیٹ کر بھی نماز ادا ہو سکتی ہے سفر میں قصر کا حکم دیدیا اور پھر سفر اور بعض شرعی ضرورتوں میں دو نمازیں جمع کر کے پڑھنے کی بھی اجازت ہے۔

نماز کے لئے وضو کرنا فرض ہے۔ لیکن اگر پانی میسر نہ ہو یا پانی تو موجود ہو مگر انسان بیماری وغیرہ کے باعث اس کا استعمال نہ کر سکے تو قرآن مجید نے فتیمموا کا حکم دیا ہے کہ پاک مٹی پر ہاتھ مار کر تیمم کر سکتے ہو۔ اور اسی طرح باقی عدد نماز ادا کر سکتے ہو۔

روزہ شریعت کا دوسرا اہم رکن ہے۔ مگر اس کے لئے بھی فرما دیا۔ فمن کان منکم مریضاً او علیٰ سفر فعدۃ من ایام اخر کہ اگر کوئی بیمار یا مسافر ہو تو وہ رمضان المبارک کے علاوہ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرے یعنی رمضان کی بجائے تندرست ہونے پر اور مقیم ہونے کی صورت میں بعد میں روزے رکھ لے۔ دائم المریض اور روزہ نہ رکھ سکنے والے بوڑھے وغیرہ کو فدیہ وغیرہ کا حکم دیدیا۔

اسلام کا تیسرا عملی رکن حج ہے جس میں انسان اپنے وطن سے سفر کر کے مکہ معظمہ پہنچکر بیت اللہ کا طواف کرتا ہے۔ اس میں سفر کی صعوبت کی برداشت۔ انسانی صحت کا سفر کے قابل ہونا اور اخراجات آمد و رفت کے علاوہ راستہ کا پر امن ہونا بھی شرط ہے۔ قرآن مجید نے فرمایا وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلاً (آل عمران ع۹۸) کہ ہم نے حج ان ہی لوگوں پر فرض کیا ہے جو بیت اللہ تک پہنچنے کی توفیق اور طاقت رکھتے ہیں۔ سفر نہ کر سکنے والے حج کے مکلف نہیں۔ اخراجات سفر برداشت نہ کر سکنے والوں پر حج فرض نہیں۔ جنہیں راستہ میں امن حاصل نہ ہو۔ ان پر بھی حج فرض نہیں حج صرف ایسے ہی لوگوں پر فرض ہے جو جملہ مقررہ شرائط کو پورا کرتے ہوں دوران حج بیمار ہو جانے والوں کے لئے بھی سہولت کے احکام اسلامی شریعت میں موجود ہیں حج کی نیت سے جانے والوں کو اگر مخالفین راستہ میں روک دیں تو ان کے لئے بھی حج کا ثواب حاصل ہو جاتا ہے۔

اسلام میں ایک عملی رکن زکوٰۃ ہے زکوٰۃ صرف ان لوگوں پر فرض ہے۔ جن کے پاس مال کی خاص مقدار سال بھر جمع رہتی ہے۔ ہر غریب اس سے مستثنیٰ ہے بلکہ

اسلامی حکم یہ ہے کہ امراء سے زکوٰۃ لے کر بیت المال کے ذریعہ قوم کے غرباء میں اس طرح تقسیم کی جائے کہ قوم کی حالت درست ہو اور سب کی عزت نفس بھی قائم رہے اور محتاجوں اور تنگ دستوں کی احتیاج اور تنگدستی دور ہو جائے غرض زکوٰۃ کا حکم بھی اپنے اندر پوری صورت رکھتا ہے اور کسی قسم کا مالا یطاق رنگ اس میں بھی نہیں بلکہ زکوٰۃ کی حکمت اور اس کے فوائد کو نمایاں کر کے اسلام نے مالداروں کو ادائیگی زکوٰۃ کے لئے قلبی طور پر تیار کر دیا ہے

اسلام کا ایک عظیم حکم جہاد ہے۔

جہاد اسلام کی روح ہے اور جہاد ساری زندگی پر حاوی ہے۔ جہاد کے معنے یہ ہیں کہ مومن ہر وقت ترقی کی منازل طے کرتے رہیں۔ اسلام میں جہاد کی تین قسمیں ہیں (۱) جہاد اکبر۔ یعنی نفس کی اصلاح۔ یہ جہاد بلا شرط ہے اور ہر زمانہ میں لازمی ہے (۲) جہاد کبیر۔ یعنی قرآن مجید کے دلائل کے ذریعہ سے باطل کا ابطال کرنا اور قرآن مجید کے حقائق و معارف کی اشاعت کرنا۔ یہ جہاد بھی ہر مومن پر اپنے دائرہ میں اور انتظامی رنگ میں واجب ہے۔ (۳) جہاد اصغر۔ یعنی تلوار اور قوت کے ذریعہ حملہ آور دشمنوں کا دفاع کرنا۔ یہ جہاد بھی اس وقت فرض ہو جاتا ہے۔ جب دشمن دین کے مٹانے کے لئے حملہ کریں اور مسلمانوں کو تباہ کرنا چاہیں یہ جہاد بھی بڑا اور ضروری ہے اسلام کسی پر جبر کی اجازت نہیں دیتا۔ دین کی اشاعت دلائل سے کرتا ہے۔ لیکن اگر دشمن زور سے دین کو مٹانا چاہیں تو مسلمانوں کو اپنے امام کے حکم کے ماتحت تلوار کے جہاد کا بھی حکم دیتا ہے۔

اس جہاد کے لئے مالوں کی بھی ضرورت ہے جسمانی طاقت کی بھی ضرورت ہے۔ مال کے بغیر بھی یہ جہاد نہیں ہو سکتا۔ اور افرادی قوت کے بغیر بھی یہ جہاد نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالےٰ نے ایسے مواقع پر مال کے خرچ کا حکم دیا ہے اور دفاع کے لئے امام کے حکم کے مطابق شامل جہاد ہونے کو فرض قرار دیا ہے۔ ایسے زوردار الفاظ میں یہ احکام دئے گئے ہیں کہ انسان کی روح پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ کیونکہ موقعہ ہی ایسا ہوتا ہے مسلمانوں کی زندگی اور موت کا سوال ہوتا ہے۔ دین کی عزت اور بقاء کا سوال ہوتا ہے۔ اسلئے پُر شوکت اور نہایت زوردار الفاظ میں جہاد کے لئے تحریک فرمائی۔ مگر خالق فطرت نے ساتھ ہی فرما دیا:۔

لیس علی الضعفاء ولا علی المرضیٰ ولا علی الذین لا یجدون ما ینفقون حرج اذا نصحوا للہ ورسولہ ما علی المحسنین من سبیل واللہ غفور رحیم۔

(توبہ ۹۱)

یعنی کمزوروں، بیماروں اور ناداروں پر کوئی گناہ اور تنگی نہیں بشرطیکہ وہ اللہ اور رسول کے دلی مطیع و منقاد ہوں۔ ان کی نیت نیک ہو ایسے نیکوکار لوگوں پر کوئی الزام نہیں اللہ تعالےٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے

ان چند آیات سے جو ہم نے بطور مثال ذکر کی ہیں یہ بات بالکل عیاں ہے کہ اسلامی شریعت نے جہاں پر انفرادی اور مجموعی رنگ میں سراسر خیر و برکت پر مشتمل اور ہر پہلو سے قابل عمل احکام دئے ہیں وہاں پر اس نے ان تمام لوگوں کا استثناء بھی کر دیا ہے جو اپنی بیماری یا معذوری کے باعث عارضی طور پر ان احکام پر عمل پیرا نہیں ہو سکتے۔ ان کے لئے ان کی نیت کے مطابق اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے اور انہیں زمرۂ محسنین میں قرار دیا ہے۔ یہ ایک بات ہی قرآنی شریعت کی برتری اور افضلیت پر اور اسلام کے دین فطرت ہونے پر ایک زبردست دلیل ہے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

ایک احمدی مجاہد کے ذریعے روس کی سرزمین میں تبلیغ اسلام

قید وبند کی صعوبتوں کے درمیان اللہ تعالےٰ کی تائید ونصرت کے نظارے

جیساکہ اکثر احباب کو علم ہے جماعت احمدیہ کے ایک مبلغ مکرم مولانا ظہور حسین صاحب مولوی فاضل ۱۹۲۴ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی ہدایت پر بخارا اور روس کی سرزمین پر اسلام اور احمدیت کی تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ وہاں پر آپکو لرزہ خیز مظالم کا نشانہ بننا پڑا۔ اور قید وبند کی صعوبتوں کے درمیان آپ نے فریضہ تبلیغ کو ادا کیا اور اللہ تعالےٰ کی تائید ونصرت کے نظارے دیکھے۔ حال ہی میں مکرم مولوی صاحب نے اپنے یہ ایمان افروز حالات کتابی صورت میں شائع کئے ہیں۔ ان حالات کا ایک حصہ افادۂ احباب کے لئے درج ذیل کیا جاتا ہے۔

بخارا کی سرزمین میں

۱۴ دسمبر ۱۹۲۴ء کی شام کو بخارا جانے والی گاڑی آئی اور وہ نوجوان ترک جو مجھ کو سرحد پار کروا کر لایا تھا میرے لئے سٹیشن سے ٹکٹ خرید لایا۔ اور میرا بستر۔ کپڑے اور کتابیں اٹھائیں اور مجھے گاڑی کی طرف لے چلا جب میں گاڑی پر سوار ہونے لگا تو پیچھے سے ایک روسی حاکم جو ہاتھ میں لالٹین لئے ہوئے آرہا تھا اُس نے ترک نوجوان کو آواز دی کہ ٹھہر جاؤ! وہ ٹھہر گیا۔ تب وہ مجھے اور اس ترک نوجوان کو اپنے دفتر میں لے گیا۔ اس نے احتیاطاً اپنی جیب سے پستول بھی نکال لیا کہ کہیں میں بھاگ نہ جاؤں۔ دفتر میں جاکر اسنے دروازہ بند کر لیا۔ اور میرے کپڑوں کی۔ بستر اور کتابوں کی اچھی طرح تلاشی لی۔ بلکہ میرے روئی دار لحاف اور تکیہ کا ایک حصہ بھی کھول کر دیکھا کہ ان میں کوئی کاغذ وغیرہ تو نہیں۔ جو دوسری حکومت کی طرف سے لایا گیا ہو۔ یہ ۱۴ دسمبر کی رات تھی۔ اس جگہ برف بڑی کثرت سے گر رہی تھی۔ اسنے میرے تمام کپڑے بستر۔ کتابیں۔ ٹکٹ اور کچھ نقدی جو میرے پاس تھی نیز وہ ادویات بھی جو میں اپنے ساتھ لے گیا مجھ سے لے کر دفتر میں رکھ لیں اور چند کپڑے دے کر مع اس ترک کے جو میرے ہمراہ تھا قید خانہ کے کمرہ میں داخل کر دیا۔

قید خانہ میں

اس جگہ میں پندرہ دن تک قید رہا جہاں مجھے کچھ کام بھی کرنے کے لئے روزانہ دیا جاتا تھا۔ مثلاً پانی منگوانا۔ صفائی کروانا اور زمین کروانا اور زمین کھودنے کا کام۔ اور کھانے کے لئے حکومت کی طرف سے کچھ بھی نہیں ملتا تھا بلکہ دوسرے قیدیوں کو اگر کہیں باہر سے کھانا آجاتا یا کوئی اپنے پیسوں سے منگواتا تو وہ مجھے بھی کچھ دے دیتے تھے جسے میں کھا لیتا ورنہ ویسے ہی رات دن بسر کرنا پڑتے تھے۔ اس قیدخانہ میں اور جس قدر قیدی تھے مجھ کو بڑی محبت سے کہتے تھے کہ تم اگر جیل سے رہا ہونا چاہتے ہو تو سوائے اس کے اور کوئی علاج نہیں کہ اپنے آپ کو ایران یا افغانستان کی رعایا ظاہر کرو۔ کیونکہ اگر تم نے اپنے آپ کو انگریزی رعایا ہی بتلایا تو تم پر طرح طرح کے شک کئے جائینگے اور بے حد تکالیف کا سامنا کرنا پڑے گا اور اسی طرح ہر روز جتنے بھی وہاں قیدی تھے خواہ وہ ترکی ہوں یا ایرانی سبھی یہ کان میں ڈالتے تھے کہ تم اپنے آپ کو انگریزی رعایا ہونے سے انکار کر دو کیونکہ روسی گورنمنٹ کے تعلقات سرکار برطانیہ سے بہت کشیدہ ہیں اور وہ انگریزی رعایا کو بُری اور شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ لیکن چونکہ میرا پیارا مذہب جھوٹ بولنے سے منع کرتا ہے۔ اس لئے میں نے ان کے اس مشورہ کو قبول نہ کیا۔ حالانکہ اگر میں ایسا کہہ دیتا تو ممکن تھا قید سے رہائی مل جاتی مگر ایک احمدی کس طرح کذب بیانی سے کام لے سکتا ہے؟ پس میں ان کے مشورہ کو سُن کر تو خاموش ہی رہتا۔ مگر اپنے مولا کریم کے حضور گڑگڑاتا اور دعا کرتا کہ اے اللہ پاک! اس وقت تو ہی میری دستگیری فرما۔ حفاظت اور بچاؤ کی دعا مانگتا۔ جب یہاں رہتے پندرہ دن گذر گئے تو مجھے ارتھک سے عشق آباد لے جایا گیا

عشق آباد کی جیل میں

ارتھک سے ریل پر سوار ہوتے وقت سب کتابیں جو سرحد کی میں ساتھ لے گیا تھا اور جو انہوں نے ضبط کر لی تھیں وہ مجھ کو اٹھانے کے لئے دے دیں۔ تا عشق آباد کے قید خانہ تک میں خود اٹھا کر لے جاؤں ریل میں عشق آباد تک تقریباً دو گھنٹہ کا سفر تھا مجھ کو خیال آیا کہ اس عرصہ میں ان کتب سے کچھ فائدہ اٹھانا چاہیئے چنانچہ فوراً درثمین اردو جو میرے پاس تھی لی اور کچھ اشعار فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ وآلہ السلام یاد کرنے شروع کر دیئے کیونکہ میرا اصل زاد راہ اور روح کی غذا حضرت مسیح پاک علیہ وآلہ السلام کا کلام تھا جو سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے میرے دل و دماغ میں آیا ہوا تھا۔

ارتھک سے عشق آباد کے سٹیشن پر پہنچ کر پیدل عاجز اور دیگر سمرقند کے قیدیوں کو میرے ساتھ قید خانہ لے جانے لگے۔ میرا سامان زیادہ تھا۔ مجھ کو بوجھ سے بہت تکلیف محسوس ہوئی۔ آخر سپاہی نے دوسرے قیدی کو کچھ سامان دے دیا اور ہم عشق آباد کے قید خانہ میں داخل ہو گئے۔ قید خانہ میں پہنچنے سے پہلے جب ہم بازار میں سے گذر رہے تھے۔ میں نے دور سے ایک دکان میں تازہ روٹی پکتی دیکھی۔ میں نے دل میں کہا کہ اب یہ روٹی مجھ کو کہاں مل سکتی ہے فوراً میرے ساتھی نے سپاہی کو پیسے دیکر روٹی منگوائی اور اس نے اسی وقت مجھ کو بھی کچھ حصہ دے دیا۔ میں خدا تعالے کے اس احسان کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔

عشق آباد میں جا کر مجھے باقاعدہ خوراک ملنے لگی۔ یعنی چوبیس گھنٹے میں چار چھٹانک روٹی اور تھوڑا سا سالن۔ اور دو وقت گرم پانی چائے کے طور پر دیا جاتا تھا۔ عشق آباد میں مجھے جس کمرہ میں رکھا گیا۔ اس میں ایک روسی۔ دو ازبکی دو ترک اور چار ایرانی قیدی تھے۔

بعض دفعہ کمرہ کے آدمی آپس میں مل کر ایک دوسرے سے قید ہونے کی وجہ دریافت کرتے اور ایک دوسرے کو تسلی دیتے۔ مگر جب میری باری آتی تو سب از راہ ترحم کہتے کہ آپ کو یہاں سے تاشقند۔ پھر ماسکو اور وہاں سے شاید سائبیریا لے جایا جائے گا۔ کیونکہ آپ پر شبہ زیادہ ہے۔ تقاضائے بشریت کے ماتحت جب میری طبیعت غمگین ہوتی تو میں وضو کر کے خدا تعالے کے حضور اپنا غم دور کر لیتا اور خدا تعالے کا مجھ سے یہ سلوک تھا کہ مجھ کو جب کبھی زیادہ غم لاحق ہوتا تو وہ میری دستگیری فرما دیتا اور خوابوں میں تسلی دے دیتا۔ کئی بار ایسا ہوا۔

روسی زبان سیکھنے کی کوشش

ایک دفعہ تہجد کی نماز پڑھکر عشق آباد کے قید خانہ میں سو گیا تو خواب میں دیکھا کہ میرے محسن آقا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی متعنا اللہ بطول حیاتہٖ عاجز کو زجر فرما رہے ہیں کہ ہم نے تم کو اسلئے بھیجا ہے کہ تم رات دن گذار دو اور تبلیغ نہ کرو۔ عاجز کو اس سے سخت ندامت پیدا ہوئی اور سوچا کہ میں تو روسی زبان نہیں جانتا۔ کس طرح تبلیغ کروں یکدم میرے دل میں خیال آیا کہ کچھ بھی ہو فوراً روسی زبان سیکھنی شروع کر دینی چاہیئے چنانچہ میں نے ایک ایرانی قیدی کو جو میرے کمرہ میں تھا کہا کہ یہ روسی قیدی (جو پاس بیٹھا تھا) جس کا نام ارلوف ہے ان کو آپ میری طرف سے کہیں کہ مجھکو روسی سکھلا دیں۔ اس نے مجھ کو سمجھایا کہ بے وقوفی نہ کرو۔ تم پر تو

آگے ہی ان کو بہت شک ہے اب تم روسی سیکھو گے تو اور شک کریں گے۔ مگر مجھ کو روسی زبان سیکھنے کی زبردست خواہش پیدا ہو چکی تھی میں نے کہا کچھ بھی ہو آپ لکھیں۔ چنانچہ انہوں نے لکھ دیا اور افسر نے میری بات مان لی۔

چنانچہ اس نے اسی دن کاغذ پر روسی زبان کے ابتدائی حروف جو کتابی تھے اور وہ بھی جو تحریر میں آتے ہیں لکھ دیئے اور مجھے کہا کہ انہیں یاد کرو اور لکھنے کی مشق بھی کرو میرے کمرہ میں ایک بہت بڑی لوہے کی انگیٹھی جس پر سیاہ رنگ لگی ہوئی تھی اور جب میں باہر رفع حاجت کے لئے جاتا تو واپسی پر دو تین مٹی کی ڈلیاں بھی لے آتا اور ان مٹی کی ڈلیوں سے اس انگیٹھی پر ہر روز ایک دو گھنٹہ تک لکھتا رہتا۔ اور میں نے تین چار دن میں جہاں ان حروف کا لکھنا سیکھ لیا وہاں یاد بھی کر لئے اور ساتھ ہی ساتھ میں ان سے وہ الفاظ بھی جو کثیر الاستعمال تھے دریافت کر کے یاد کرتا رہتا تھا۔ جب خصوصیت کے ساتھ دو تین قیدی بار بار مجھے کہتے کہ تجھے بہت دور لیجایا جائے گا اور تو کافی عرصہ تک قید رہے گا تو میں آستانہ الٰہی پر جھک جاتا اور دعائیں کرتا کہ اللہ پاک! میری مدد کر۔

ایک خواب

ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز جمعہ کا خطبہ فرما رہے ہیں دائیں جانب آپ کے قدموں میں بیٹھا ہوں اور آپ کے سامنے آدمیوں کی کچھ صفیں بیٹھی ہوئی ہیں اور ان کے پیچھے لوگ کھڑے ہیں اور نہایت خاموشی سے حضرت صاحب کے خطبہ کو سن رہے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا سننے والوں کے جسم سے روح پرواز کر گئی ہے اور بے حس و حرکت بیٹھے اور کھڑے ہیں۔ حضور نے خطبہ میں بیان فرمایا تم کو کتنی ہی مصائب اور تکالیف برداشت کرنی پڑیں نہایت جوانمردی اور ہمت سے انہیں برداشت کرو۔ حتیٰ کہ اگر تمہارے بدن کے چمڑے بھی تم سے اتار لئے جائیں تو تم اس مقصد کو جس کے لئے تم مقرر کئے گئے ہو مت چھوڑو۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ حضور کو کچھ تکلیف شروع ہو گئی آپ اسی حالت میں پانی کی ٹونٹی کے پاس جو ساتھ ہی تھا تشریف لے گئے اور آپ نے کلی کی۔

اس وقت آپ کو بخار کی کچھ حرارت تھی۔ میں نے ایک سوٹی آپ کے ہاتھ میں دی جس کے سہارے حضور پھر خطبہ کی جگہ تشریف لے گئے اور خطبہ بیان کرنے لگے۔

ادھر یہ خواب دیکھی اور ادھر حاکم اپنے ترجمان کے ذریعہ جو کہ فارسی اور روسی جانتا تھا میرا بیان لینے لگ گیا اور میں اسی طرح ساڑھے تین ماہ تک وہاں رہا ابھی اسی جگہ تھا کہ ایک دن ایک ایرانی نے جو میرے ساتھ سو رہتا تھا ایک خواب میرے ہی متعلق دیکھی اور وہ اس سے سخت گھبرایا اور چونک کر اٹھ بیٹھا اور بڑی حیرانی کے ساتھ کہنے لگا کہ آج میں نے تیرے متعلق ایک ایسی خواب دیکھی ہے کہ جس سے مجھے خود دہشت اور خوف پیدا ہو گیا ہے۔ خدا معلوم اس کی کیا تعبیر ہے۔ اس نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ تم کو یہاں سے تاشقند۔ اور تاشقند سے ماسکو لیجایا گیا۔ غالباً تاشقند میں یا ماسکو میں (میں اس وقت بھول گیا ہوں) تم کو حکومت کے چند نوجوان قتل کرنا چاہتے تھے چنانچہ وہ اس کا پورا پورا ارادہ کر کے تجھے مقتل گاہ میں لے گئے مگر عین اسوقت جبکہ وہ تجھ پر گولی چلانے لگے تو ان کو بڑے زور سے آواز آئی کہ دیکھو یہ میرا بندہ ہے اس کو مت قتل کرو وہ یہ آواز سنکر حیران ہو گئے اور ادھر ادھر دیکھنے لگے کہ یہ آواز کہاں سے آتی ہے۔ آخر کسی کو نہ دیکھ کر دوبارہ قتل کا ارادہ کیا مگر دوسری دفعہ بھی ان کو ویسی ہی آواز سنائی دی کہ دیکھو اسے مت قتل کرو یہ میرا بندہ ہے مگر پھر بھی وہ کسی کو نہ دیکھ کر تیسری بار جب قتل کرنے لگے تو زمین بڑے زور سے ہلی اور وہ سب اس میں دھنس گئے۔ اور تیرے ہاتھ میں ایک بستر ہے اور تو باہر کھڑا ہے اور تجھے پھر آواز آئی کہ تو ان لوگوں کی زمین سے نکل کر کربلا میں چلا جا۔ یہ خواب درست تھی۔ میرے بعد کے واقعات کی تعبیر ہی تھی۔ جو اس نے خواب میں دیکھی۔

میں یہاں اس امر کو بیان کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ میں نے ارتک میں۔ عشق آباد میں اور اسی طرح اور بھی جس مقام پر ترکوں کو پایا وہ مجھکو قید میں نماز پڑھتا دیکھ کر اور اسی طرح تہجد پڑھتا اور قرآن شریف کی تلاوت کرتا دیکھ کر اور میری عاجزی و مسکنت اور محبت کو دیکھ کر محبت کرنے لگ جاتے اور میں دیکھتا کہ ان کے دل میری محبت سے بھر جاتے تھے اور ان سے جہاں تک بن پڑتا میری بھلائی اور خیر خواہی چاہتے۔

تاشقند میں

پورے ساڑھے تین ماہ کے بعد اپریل ۱۹۲۵ء کو مجھے عشق آباد سے تاشقند بھیجا گیا جب میں تاشقند میں پہنچا تو میں نے اپنے اندر عشق آباد اور ارتک کی قید میں بہت کم غذا کھانے کی وجہ سے ایک سکون اور اطمینان کی کیفیت نمایاں طور پر محسوس کی۔ اور اس وقت مجھ کو یہ آیت یاد آئی کہ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ ...... الآیۃ کہ "اے مومنو! ہم خوف اور بھوک کے ذریعہ تمہاری آزمائش کریں گے" اور اب تاشقند آکر اپنے اندر ایک اطمینان اور آرام کی حالت محسوس کرنے لگا تو اس جگہ اللہ تعالیٰ نے وہ وہ نشانات دکھلائے کہ جن سے میرا ایمان بہت ہی مضبوط ہوا۔

اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے نظارے

مجھے اس خدا کی قسم کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس جگہ اللہ تعالیٰ نے کی قدرتوں کے کرشمے اور اس کے جلوے اور فضل ایسے ایسے دیکھے کہ نہ صرف انسان کے ایمان کو پختہ اور مضبوط کرنے والے ہوتے ہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی ہستی پر بہت زیادہ ایمان پیدا کرنے والے ہوتے ہیں۔ جب مجھ کو عشق آباد سے تاشقند کی جیل میں لیجایا گیا تو مجھے میرے کپڑے جو ارتک میں لے گئے تھے ان میں سے قمیص۔ پاجامہ۔ صافہ۔ تولیہ۔ اور دو عدد نئے بچھونے جو بخارائی طرز کے بالکل نئے تھے مجھے دیئے گئے کیونکہ میرے پہنے کپڑے بالکل بوسیدہ ہو گئے تھے۔ اور جوئیں بھی ان میں کثرت سے پڑ گئی تھیں۔ اور بو بھی آتی تھی۔ یہ کپڑے انہوں نے اس خیال سے بھی مجھے پہننے کے لئے دیدیئے کہ میں ایک بڑا قیدی اور دوسرے شہر میں لیجایا جا رہا ہوں۔ جب میں تاشقند کے قیدخانہ میں آیا تو آتے ہی میں نے کمرہ میں بیس پچیس روسی عورتوں کو قیدی کی حیثیت میں دیکھا۔ وہ مجھے اور میرے لباس اور میری وضع قطع کو دیکھ کر بہت حیران ہوئیں۔ اس جگہ میری تلاشی لے کر قید خانہ کے دوسرے مردانہ کمرہ میں سپاہی نے داخل کر دیا۔ اور اس کمرے میں ایک شیعہ اور چار روسی آدمی بھی قید تھے۔ سپاہی نے تھوڑی دیر کے بعد جب دوبارہ میرے کمرے کا دروازہ کھولا تو میں نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں سفید ڈبل روٹی ہے جسے روسی زبان میں CTK PЧHCM بلک فرانسی یعنی فرانسیسی کی نئی ہوئی ڈبل روٹی کہتے ہیں اور چائے اور قند اور کچھ روسی مٹھائی تھی اور اس کے پیچھے ایک روسی عورت تھی۔ اس سپاہی نے اشارہ سے بتلایا کہ یہ چیزیں اس روسی عورت نے دی ہیں۔ قید میں جہاں سارے دن میں روٹی اور دونوں وقت گرم پانی چائے کی بجائے ملتا تھا۔ اور جہاں زائد روٹی یا کسی اور چیز کا میسر آنا تو بالکل محال تھا وہاں یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تھا کہ یہ چیزیں میرے لئے لائی گئیں۔ میں نے ان چیزوں کو سپاہی کے ہاتھ سے لیکر اور اس روسی عورت کی طرف منہ کر کے کہا سپاسیبا۔ سپاسیبا۔ یعنی میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ یہ سلسلہ صرف ایک دن یا دو دن نہ رہا بلکہ تقریباً پندرہ دن تک جب میں اس پہلے کمرہ میں رہا اور ہر روز ایک عورت مجھ کو دوپہر کے وقت سفید روٹی۔ چائے قند وغیرہ اور کبھی کبھی روسی مٹھائی میرے کمرہ میں لا کر دے جاتی تھی۔ ایک دن ایک عورت دوسرے دن دوسری عورت اور تیسرے دن تیسری عورت۔ الغرض یہ سلسلہ لگاتار جبتک کہ میں نے اس کمرہ کو نہ چھوڑا میرے ساتھ رہا میری عادت تھی کہ جب کبھی مجھکو کھانا باہر سے آتا تو میں اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتا اور اس کے آستانہ پر [illegible] اپنی گردن جھکا دیتا اور بسا اوقات اپنی اس بے سروسامانی کو دیکھ کر اور دوسری طرف لطف الٰہی ہوتا دیکھ کر میری آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے اور میں رو پڑتا۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ بعض اوقات ان عورتوں نے مجھ کو جب کھانا دینے آنا اور مجھکو اپنی جگہ نہ پانا تو وہیں کھڑے رہنا اور اس وقت تک انتظار ہی کرتے رہنا کہ جب تک میں نماز یا رفع حاجت سے فارغ ہو کر نہ آ جاتا۔ جب آ جاتا تو بڑی محبت اور شوق سے مجھ کو کھانا دینا۔ کئی دفعہ میرے ایک قیدی رفیق نے انہیں کہا بھی کہ کھانا مجھے دے جاؤ میں اسے دیدونگا لیکن انہوں نے انکار کر دینا کہ جب تک وہ خود نہ آئے ہم کسی کو نہ دیں گی۔ جب میں اس کمرے میں آیا تھا تو میں نے اپنے بستر میں سے ایک دری اپنے ایک مسلمان رفیق کو جو قیدخانہ میں میرے ہی کمرے کے اندر رہتا تھا دیدی اور ایک کمبل ایک روسی کو اس لئے دیدیا کہ اس کے پاس بچھونے کے لئے کوئی کپڑا نہ تھا۔ اس روسی کا نام مرکار تھا۔ اور جب میں تہجد کے لئے اٹھتا تو اپنے ساتھی پر اپنا لحاف ڈال دیا کرتا تھا تاکہ اسے سردی نہ لگے اور یہ حال ایک جگہ نہیں بلکہ جس جگہ بھی گیا ایسا ہی کرتا رہا اور میں دیکھتا تھا کہ اس کا دوسروں پر بڑا گہرا اثر پڑتا تھا۔

اور اسی طرح جو کھانا میرے لئے اللہ تعالیٰ باہر سے بھجواتا تھا اس میں سے بھی نصف کے قریب اپنی قید کے ان ساتھیوں کو دے دیتا جن کو کہ حاجتمند دیکھتا اور نصف کے قریب اپنے لئے رکھ لیتا تھا۔ اور کئی دفعہ جب میں دوسرے رفیقوں کو بہت حاجتمند دیکھتا یا دیکھتا کہ انکو بہت بھوک ہے

تو اس کو دیدیتا تھا۔

قرآن مجید حفظ کرنیکی کوشش

اتفاق سے مجھے قید میں حمائل شریف میسر آ گئی تھی جسے میں نے حفظ کرنا شروع کر دیا تھا پانچ دنوں میں ایک پارہ کلام الٰہی کا حفظ کرتا اور دو دن اس کو یاد کرتا تھا۔ اس طرح ایک ماہ میں میں نے پانچ پارے یاد کر لئے۔ اس کے علاوہ میں قرآن کریم کے معانی پر بھی غور کیا کرتا تھا اور کچھ وقت ذکر الٰہی میں بھی صرف کرتا تھا۔ تہجد بھی باقاعدہ پڑھتا تھا۔ مغرب کے بعد کھانے سے فارغ ہو کر میں اپنی جگہ سے اٹھتا جو قید خانہ کے کمرہ میں علیحدہ مجھکو ملی ہوئی تھی اور جہاں ایک بڑی میز بچھی تھی جس پر میں بستر بچھا کر سویا کرتا تھا (باقی قیدی ایک لمبے تختے پر جو صف کی طرح لمبا کمرے میں بچھا ہوتا تھا اس پر سوتے تھے اور چار پانچ آدمی زمین پر بھی سو جاتے تھے) اور اٹھ کر ہر ایک ساتھی سے جو قید خانہ کے کمرے میں ہوتا اس کا حال فارسی زبان اور روسی زبان میں دریافت کرتا۔

جیل میں تبلیغ

اس وقت میرے اندر ترکستان کی زمین پر اپنے آپ کو دیکھ کر اور یہ جان کر کہ میری آقا نے مجھے اس لئے یہاں بھیجا کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس ملک کے باشندوں کو بشارت سناؤں دل میں ایسا جوش پیدا ہوتا کہ جس کو میں بیان نہیں کر سکتا۔ میرے دل میں ان لوگوں کے متعلق جو محبت اور درد کے جذبات پیدا ہوتے تھے وہ اس قدر زیادہ تھے کہ مجھے نہ تو دن کو چین لینے دیتے اور نہ ہی رات کو مجھے یہی دھن اور فکر لگی کہ جس طرح بھی ہو یہ لوگ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو جائیں تاکہ ان کو اسلام اور قرآن کی اصل حلاوت و لذت نصیب ہو۔ میرے دل میں ان کے لئے جس قدر درد اور محبت کے خیالات پیدا ہوتے تھے وہ لوگ بھی محسوس کرتے تھے اور بعض اوقات عشق عشق کر اٹھتے اور کہتے کہ یہ کس قسم کا انسان ہے کہ اسے اپنی تو فکر نہیں اور ہر وقت ہماری ہی فلاح و بہبودی کا خیال رہتا ہے۔ میرا اصول تھا کہ ہر ایک کے حالات دریافت کرنے کے لئے ان کے پاس جا بیٹھتا اور حالت و وقت کے مطابق ان کو قرآن کریم اور حدیث شریف سے نصیحت کرتا۔ بعض دفعہ قرآنی آیات کا ترجمہ اور تفسیر کر کے انہیں فارسی زبان میں بتلایا جاتا۔

جیل میں احمدیت قبول کرنیوالے افراد

ایک شخص محمد حسین تھا جو کچھ عرصہ سے بخارا سے قید ہو کر میرے ہی کمرہ میں آیا ہوا تھا اس کو جہاں میں قرآن کریم پڑھتا تو اس کے ساتھ ہی کچھ نصیحت بھی کرتا تھا اور جب کبھی مجھ کو کھانا ملتا اس کو دیدیتا تھا۔ یہ شخص احمدیت قبول کر گیا کہ سب سے پہلے علیحدہ گئی میں رات کے وقت جب سب سو گئے اور یہ ابھی میرے کمرے کے سامنے سے ایک طرف ہو گئے تو میں نے احمدیت کا پیغام اس کو پہنچایا جس کو اسنے قبول کیا۔ یہ پہلا شخص تھا جسنے احمدیت کو قبول کیا۔ دوسرا شخص جو کہ اس کے بعد داخل سلسلہ ہوا اس کا نام محمد یار تھا جو نوجوان تھا اور اچھا مالدار تھا۔ تاشقند میں اس کے باغ بھی تھے۔ بسا اوقات جب میں اس کو نصیحت کرتا تھا تو یہ اس قدر متاثر ہو جاتا تھا کہ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ میں اُسے قرآن کریم بھی پڑھایا کرتا تھا۔ یہ شخص بہت ہی زیادہ مخلص تھا احمدیت اس کے بدن کے ریشہ ریشہ میں گھر کر گئی تھی۔

تیسرا شخص جو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوا وہ امام تھا جو اپنی قید کے اسی کمرہ میں نماز پڑھاتا تھا اس کا نام عبداللہ خان تھا۔ ان کے احمدی ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ کمرہ والے مغرب کے بعد جمع ہو کر عاجز سے ان کے ذریعہ مختلف مسائل دریافت کرتے۔ میں ان کو فارسی میں جواب دیتا اور وہ ان کو تاویلے ترکی میں بتا دیتے۔ عاجز کا طریق تھا کہ جب وہ مذہبی سوال کرتے تو میں قرآن کریم کی آیات جواب میں پیش پڑھتا اور پھر جواب دیتا اسی طرح حدیث پڑھ کر سناتا۔ اس کا اثر سب پر خصوصاً ان پر ثبت ہوا چنانچہ ایک دن مغرب کی نماز کے بعد انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ یہ علم دین تم نے کہاں سے حاصل کیا ہے۔ میں نے کہا برادر! میں نے ایسے شخص سے فیض حاصل کیا ہے جو کسی مدرسہ میں جا کر نہیں پڑھے۔ نہ ایران جا کر نہ ترکستان کے کسی مکتب میں اور نہ ہی انگریزوں کے ملک میں بلکہ اُنکی فرمودہ

نگار من کہ بمکتب نرفت و خط ننوشت
بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

(درج تھا:)
دگر استاد را نامے ندانم
کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ

یعنی آپ خود فرماتے ہیں کہ دوسرے کسی استاد کا تو میں نام تک نہیں جانتا بلکہ جو کچھ میں نے حاصل کیا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتب سے حاصل کیا ہے۔ یہ صاحب کابل کے اصل باشندے تھے فارسی سے خوب واقف تھے حضرت مسیح پاک

خبر واکرد السلام فداک نفسی وابی و امی کا یہ شعر سن کر ایسے متاثر ہوئے کہ بے اختیار آنسو نکل آئے اور اپنا سر عاجز کے آگے جھکا دیا۔ ان کی اس کیفیت کو دیکھ کر میں نے ان کو کہا کہ آج رات کے ایک بجے تک آپ جاگیں۔ ایک بجے میں نے آپ سے کچھ کہنا ہے۔ اس وقت باہر کا روسی سپاہی بھی سو جاتا ہے اور کسی کو کیا علم کہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ صاحب جاگتے رہے۔ رات کے بارہ بجے اور ایک بجے کے درمیان میرے پاس آ گئے۔ پہلے ہم ہر دو نے دعا کی۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کی خبر اور سلسلہ کے مختصر حالات بتائے۔ یہ سنتے ہی انہوں

نے کہا کہ کابل کی سرزمین میں صاحبزادہ مولوی عبداللطیف صاحب شہید جب شہید کئے گئے تو اسی وقت اس مجلس میں میں موجود تھا۔ وہ ان کے ہی شاگرد مرید تھے میں نے کہا یقیناً۔ وہ کہنے لگے کہ یہ تو علم ہو گیا تھا کہ امام مہدیؑ پنجاب میں آ گئے ہیں۔ مگر تفصیلی حالات کا آپ سے علم ہوا ہے چنانچہ الحمد للہ وہ بھی سلسلہ میں داخل ہو گئے۔ اسی طرح آہستہ آہستہ کمرے کے بعض آدمیوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبول کر لیا۔

صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کا اظہار مسرت

آپ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے یہ دیکھکر بے حد مسرت ہوئی کہ سلسلہ کے ایک مخلص خادم مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے درویش قادیان مالی مشکلات کے باوجود ایک عرصہ سے صحابہ کرام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حالات جمع کر کے شائع کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہمت اور اخلاص میں برکت دے اور وہ جس عزم کو لیکر کھڑے ہوئے ہیں۔ اس میں انہیں کامیاب فرمائے آمین

(مینیجر اصحاب احمد قادیان)

چودھویں صدی کے مجدّد کو ماننا کیوں ضروری ہے

مجدّدین کے متعلق قرآن مجید کا وعدہ اور حدیث نبوی کی اہمیّت

(حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خانصاحب)

نوٹ:۔ یہ مضمون ایک خط پر مشتمل ہے جو ایک غیر احمدی دوست کے ساتھ تبلیغی خط وکتابت کے سلسلے میں لکھا گیا ہے

آپ نے ایک خط میں تحریر فرمایا تھا "حضرت مرزا صاحب کو مجدد تو مانا جا سکتا ہے نبی نہیں مانا جا سکتا" اور لکھا تھا کہ مجدد کا ماننا بھی کوئی چھوٹی چیز نہیں۔ جس پر میں نے عرض کیا تھا کہ آپ مجدد مان کر ہی بیعت کر لیں لیکن بجائے قبول کرنے کے آپ نے یہ جواب دے دیا کہ "مجدد کا ماننا جمہور اسلام کے نزدیک ضروری نہیں" آپ کے اس خیال کے پیش نظر عرض خدمت ہے کہ جن لوگوں نے مجدد وقت کو مانا ہے انہوں نے اسے ضروری جان کر ہی مانا ہے مگر اکثر مجددین کی مخالفت علمائے وقت نے کی ہے اسی طرح کی مخالفت علمائے سوء نے حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی کی۔ "دو سو مولویوں نے کفر کا فتویٰ آپ پر لگایا تھا" اور اسی وقت کے محدث ابن جوزی نے آپ پر کفر کے فتوے کی تکمیل کی غرض سے "تلبیس ابلیس" نام کی کتاب لکھی تھی۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی پر بھی کفر کا فتویٰ لگایا گیا تھا۔

پھر حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (جو تیرھویں صدی کے مجدد تھے) پر بھی کفر کا فتویٰ لگایا گیا اور ان کے ساتھ جو کچھ سلوک ہوا اس کا تاریخ سے پتہ چلتا ہے۔ آپ نے سکھوں کے مسلمانوں پر انتہائی جور و ستم کو دیکھتے ہوئے سکھوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور لڑائی جیت کر تمام پنجاب عبور کرتے ہوئے پشاور پہنچے۔ آپ کو دو ہزار افراد جہاد میں شامل ہونے کے لئے ملے تب آپ نے جہاد کیا اور ابھی مناسب کامیابی حاصل کی لیکن بعض مسلمانوں ہی کی غداری اور سازش سے بالاکوٹ ضلع ہزارہ کے مقام پر جام شہادت پیا۔ یہ آواز کہ مجدد وقت کو ماننا ضروری نہیں ہے ان علماء کی بلند کردہ ہے جو کہ اپنی مشیخت (پیری مریدی) کو حضرت مجددین کے قدموں میں ملا دینا اپنے ذاتی مفاد کے منافی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ وقت کے مجدد یعنی امام کو ماننا ضروری تھا اگر ضروری نہ تھا تو مجددین کے مبعوث کئے جانے کی کیا ضرورت تھی۔ یہی ابوالفضل اور فیضی قسم کے علماء اسلام کی ناؤ چلانے کے لئے کافی تھے۔

جب ہم اس واقعہ کو سامنے لاتے ہیں کہ حضرت سید عبد القادر صاحب جیلانی جیسی خدا رسیدہ بلکہ خدا نما مقدس ہستی پر علماء نے کفر کا فتویٰ لگایا تھا۔ اور اس زمانہ کے چودھویں صدی کے مجدد پر بھی کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر دل و جان قربان ہوتے ہیں کہ آپ نے پہلے ہی یہ خبر دی تھی کہ بنی اسرائیل ۷۲ گروہوں میں تقسیم ہو گئے اور میری امت کے لوگ ۷۳ گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے اور سب کے سب سوائے ایک کے جہنمی ہوں گے۔

اسی حالت ناگفتہ بہ سے مسلمانوں کو بچانے کے لئے تو خداتعالیٰ کی طرف سے ارسال مجددین کا سلسلہ قائم ہوا تھا چونکہ مسلمانوں نے حضرت مجددین کو قبول نہ کیا بلکہ در پے آزار ہوتے رہے آخر خانہ جنگی اور زبوں حالی کا شکار ہو گئے

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے مکتوب [illegible] دفتر دوم میں مندرجہ ذیل عبارت درج ہے "حضرت سید عبد القادر جیلانی رح نے اپنی کتاب غنیہ میں لکھی ہے۔ "صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور فقہائے سبعہ کے مرنے کے کئی سال بعد بدعتیوں کا دین پیدا ہوا۔ جیسے سرگروہ خوارج شیعہ معتزلہ مرجیہ مشبہ جہمیہ ضراریہ نجاریہ کلابیہ تھے"

اس بیان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان اہل اللہ کی جو خداتعالیٰ سے ہمکلام ہونے والے اور روح القدس سے مدد یافتہ ہوں اُمت میں پے در پے بھیجے جانے کی ضرورت تھی جیسا کہ قوم موسیٰ میں پے در پے نبی اور رسول انبیائے امت موسویہ کے لئے بھیجے گئے تھے۔ ضروری تھا کہ بنی اسرائیل یعنی قوم موسیٰ پر جو حالات وارد ہوئے تھے امت محمدیہ پر بھی وہی حالات وارد ہوتے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ تھے۔ جیسا کہ قرآن فرماتا ہے

انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا

یعنی ہم نے تمہارے لئے ایمان و عمل کا نگران بنا کر ایک رسول بھیجا ہے۔ جیسا کہ فرعون کی طرف بھیجا تھا۔ وہ حالات جو بنی اسرائیل پر وارد ہوتے تھے اور ذلیل ہوئے تھے قرآن کریم میں یوں مذکور ہیں۔ وباؤا بغضب من اللہ ذالک بانھم کانوا یکفرون بآیات اللہ الخ یعنی یہود لوگ جو کردار و عمل میں ناقص ہو چکے تھے۔ اللہ کے غضب کے نیچے آ گئے یہ مغضوب علیہ بننا اس لئے ہوا کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو جو ان کی طرف بھیجے ہوئے نبیوں سے ظاہر ہوتی تھیں۔ جھوٹا ثابت کرنے کی کوشش کرتے اور ان نبیوں کے در پے قتل ہو جاتے تھے۔ یہ ان سے اس لئے سرزد ہوتا تھا کہ وہ گنہگارانہ زندگی میں مبتلا رہتے تھے اور حد سے باہر نکل جانے والے تھے یعنی شریعت کے حکموں کو توڑتے رہتے تھے پھر انہی یہود کا ذکر یوں آیا لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد و عیسی ابن مریم یعنی بنی اسرائیل پر جنہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا اور در پے قتل ہو گئے تھے زبان داؤد علیہ السلام اور زبان عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ ان کی بد دعاؤں کی وجہ سے لعنت ڈالے گئے تھے۔ اس طرح پر ارسال انبیاء کا سلسلہ ان میں منقطع کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی اسرائیلیوں میں نہ آیا۔ یہاں تک کہ چھ سو سال بعد بنو اسمٰعیل سے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بطور رسول اور خاتم النبیین مبعوث فرما دیا۔ اور آپ کے بعد بھی خلفائے محمدیہ کا مبعوث کیا جانا مطابق خلفائے موسویہ مقدر فرما دیا۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے:۔

وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذلک فاولئک ھم الفسقون

اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

۱۔ اُمت محمدیہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارسال خلفاء کے وعدہ کا اظہار ہوتا ہے۔

۲۔ یہ خلیفے اسی طرح کے خلیفے ہوں گے جس طرح کے سلسلہ موسویہ میں مقرر کئے گئے تھے۔

۳۔ ان خلفاء کے بھیجے جانے کا مقصد عظیم یہ ہے کہ دور زمانہ کی وجہ سے جب اسلام کے درخت کی جڑ ہلنے لگی اور درخت کے گر جانے کا خطرہ ہوگا تو اس جڑ کو مضبوط کر دیا جائے گا۔

۴۔ اسلام کی کمزوری اندرونی اور باہر کے حملوں کی وجہ سے جب اس کے مٹ جانے کا خطرہ پیدا ہو جائے گا تو اس حالت کو امن کی حالت کے ساتھ بدل دیا جائیگا۔

۵۔ یہ خلفاء محض خداتعالیٰ کی عبادت کرنے والے ہوں گے کسی قسم کی شرک کی ملونی ان کی عبادت میں نہ ہوگی۔

۶۔ یہ خلفاء اسلام کے لئے نعمت غیر مترقبہ

ہوں گے پس جو شخص بھی ان خلفاء کی بے قدری کرے گا وہ در حقیقت ایسا شخص ہوگا جس کا دعویٰ اسلام باطل ہوگا۔ کیونکہ اسلام کے بھیجنے والے رحیم کریم خدا کی نعمت کی قدر کی اس آیت کریمہ میں زیادہ تر قابل توجہ یہ بات ہے کہ خلفاء کا بھیجا جانا اس وقت مقدر کیا گیا ہے جس وقت اسلام کے لئے خاص خطرہ پیدا ہو جائے گا اور عام علماء کی تعلیم و تربیت کافی نہ ہوگی کیونکہ ان کے اندر روحانیت نہ ہوگی بلکہ فسق و فجور میں مبتلا ہوں گے جیسا کہ اوپر بیان شدہ حدیث شریف سے پتہ چلتا ہے دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ یہ فرمایا گیا ہے یعبدوننی لا یشرکون بی شیئاً یعنی وہ سچے عبادت گزار بندے ہوں گے اور ہر قسم کے شرک سے پاک ہوں گے یعنی اپنی مرادیں سوائے خدا تعالیٰ کے آگے پیش کرنے کے کسی اور کے پاس نہ لے جائیں گے نہ وہ کسی حاکم یا جابر سے اس قدر ڈریں گے کہ اسے خدا ہی سمجھ لیں اور نہ ہی کسی اور چیز کو یا انسان کو اپنا حقیقی محبوب بنائیں گے۔ وہ انتہائی محبت خدا تعالیٰ سے کرنے والے ہوں گے خدا تعالیٰ سے انتہائی طور پر ڈرنے والے بھی ہوں گے۔ ایسے وجودوں کی تعلیم و تربیت خود خدا تعالیٰ فرماتا ہے اسی لئے ان کو منصب خلافت پر قائم کرنا خدا تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے پس یہ خلفاء جن میں مجددین بھی شامل ہیں خدا تعالیٰ سے تربیت یافتہ اور مؤید ہونے کی وجہ سے امتیازی حیثیت رکھتے ہیں اور وہ کام انجام دیتے ہیں جو عام علماء نے

د ماند نہ دے سکتے تھے۔ مامور [illegible] اور غیر مامور میں یہی امتیازی فرق ہے کہ ماموروں کی خدا تعالیٰ خود تربیت فرماتا ہے۔ اپنی وحی سے مشرف فرماتا ہے اور عمر کی پختگی کے وقت قوم و ملک کی خدمت پر مامور کر دیتا ہے وہ خدمت کیا ہے وہ خدا تعالیٰ کی طرف بلانا ہے جس کو دنیا چھوڑ بیٹھی تھی۔ پس انبیاء علیہم السلام کے حصہ میں دق و اذن کی دلسوزی آجاتی ہے ایک طرف خلق خدا کی خیر خواہی تقاضا کرتی ہے کہ اسے خدا کی طرف آنے کی دعوت دی جائے دوسری طرف مخلوق کی جانب سے دشنام دہی اور برے برے القاب کا دیکھنا نصیب ہوتا ہے اسی طرح کا حال مجددین امت کا ہوا ہے یہ کیوں یہ اسی لئے کہ یہ اس وقت بھیجے جاتے ہیں۔ جب امت کے لوگ طرح طرح کی بدعات میں مبتلا ہو کر خدا دانی کے علم و تجربہ سے دور جا پڑتے ہیں۔

حدیث نبوی

اوپر تو آیت قرآنی کا ذکر ہوا جس کی رو سے امت محمدیہ میں خلیفوں یعنی مجددین کے ارسال کے وعدے کا ذکر ہے اسی طرح کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلی ہے جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا یعنی اللہ تعالیٰ اس شخص کو جو امت کے دین کو اس کے لئے تازہ کرے گا ہر صدی کے سر پر بھیجتا رہے گا۔

اس حدیث شریف میں مندرجہ ذیل تین باتیں پائی جاتی ہیں۔

۱۔ پہلی بات یہ کہ دین محمدی کو اللہ تعالیٰ مجددین بھیج کر تازہ کرتا رہے گا۔

۲۔ دوم اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک سو سال میں دین پرانا ہو جایا کرے گا۔ تو اگلی صدی کے سر پر آنے والا مجدد از سر نو اسے تازہ کرے گا

۳۔ تیسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ باوجود ہزاروں لاکھوں مجددین میں کمزوری آتی رہے گی۔ تب ہی ہر سو سال کے بعد مجدد بھیجے جانے کا انتظام اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لیا۔

۴۔ ہر صدی کے سر پر مجدد بھیجے جانے کی خبر دے کر مسلمانوں کو خبردار کیا ہے کہ جب نئی صدی کا آغاز ہو تو مجدد دوراں کی تلاش کریں اور اس کے بتلائے ہوئے حقیقی دین کو یاد کریں۔ کیونکہ وہ عالم باعمل اور خدا رسیدہ اور خدا کے مدد یافتہ وجود ہوں گے جو اپنی باطنی توجہ سے دین کی حقیقت ان کے دلوں میں ڈال دینگے۔

۵۔ پانچویں بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان اللہ یبعث سے پتہ چلتا ہے کہ مجدد وقت کو خدا تعالیٰ بھیجیگا یا کھڑا کرے گا یا مامور کرے گا اور یہی لفظ بعث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے جانے کی نسبت آیا ہے جیسے قرآن کریم میں آیا ہے بعث فی الامیین رسولاً منھم۔۔۔ الخ۔ اور ظاہر ہے کہ جو کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئے وہی کام مجددین انجام دیں گے اور وہ یہ کام ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت قرآن کریم میں مذکور ہیں۔

۱۔ یتلوا علیہم آیاتہ ان پر اللہ تعالیٰ کی نشانیاں پڑھتا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ ان میں معجزات دکھلا کر ایمان باللہ پیدا کرتا ہے۔

۲۔ حضور کا دوسرا کام یزکیہم فرمایا ہے اس سے مراد گناہ سوز قوت پیدا کرنا ہے چنانچہ صحابہ کرام کے اندر یہ قوت پیدا ہو گئی ان کی گناہ گارانہ زندگی پر موت وارد ہو گئی اور ان کے اندر نیکو کاری قائم ہو گئی۔

۳۔ تیسرا کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کتاب پڑھ کر سنانا بیان ہوا ہے یعنی احکامات الٰہی کا یاد کرانا اور ان پر عمل کروانا

۴۔ چوتھا کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکمت کی تعلیم دینا ہے سو آپ نے جہاں احکام شریعت صحابہ کو یاد کروائے وہاں ان کی حکمت بھی بتلا دی۔

پس یہی کام حضرت مجدد دین وقت سے انجام پائے کہ ہزاروں لوگوں کو ایمان باللہ میں مضبوط کر دیا کہ حقیقی تعلیم پر سے بدعات کی چادر اتار کر سنت نبوی کو روشن کیا اور اپنے نیک نمونے سے ہزاروں کا تزکیہ کیا اور اپنی دعا کے ذریعہ اور توجہ باطنی کے ذریعہ دور دراز علاقوں میں بھی ایسے لوگ پیدا کر دئیے جو ان کی پاکیزہ تعلیم، محبت اور روحانیت کے جاذب بنے اور ان کا اپنا وجود مجددنما بن گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ تو علاوہ مجدد ہونے کے مسیح اور مہدی ہونے کا بھی ہے جن کی آمد کی خبر بدیں الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم وامامکم منکم اور ایک اور حدیث میں ہے امامکم منکم آیا ہے اور حدیث مسلم میں نبی اللہ کے الفاظ آئے ہیں۔ لہٰذا اس زمانہ کے مجدد کو ماننا اور بھی زیادہ ضروری ہو گیا ہے کیونکہ یہ مجدد مہدی اور مسیح موعود کے عہدہ پر بھی فائز ہے جو صاحب یہ کہتے ہیں کہ مجدد کا ماننا ضروری نہیں وہ مندرجہ بالا امور پر غور کر کے یقیناً اسی نتیجہ پر پہنچیں گے کہ یوں تو ہر صدی کے مجدد کو ماننا ہی ضروری ہے۔ لیکن اس زمانہ کے مجدد کو ماننا تو بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ مہدی اور مسیح کے منصب پر بھی فائز ہے

اپنے پیارے بھائی کی یاد میں

"کچھ زمیں کی کچھ آسماں کی"

(رقم فرمودہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی)

کون جی میرا آج بہلائے
کس کو دل داغ اپنے دکھلائے

راہبر یہ بتا کہاں ہیں وہ
دلِ مُضطر انہیں کہاں پائے

خضر ہم تو اُسی کو جانیں گے
جو ہمیں دلربا سے ملوائے

گُل کِھلے ہیں بہار آئی ہے
کاش ایسے میں وہ بھی آجائے

ڈھونڈتی ہے جنہیں نظر میری
سب تو آئے وہی نہیں آئے

یہ مری آہ کا اثر تو نہیں
عرش کے ہل رہے ہیں کیوں پائے

ہم تو دل دے کے جان سے اپنی
کوئے جاناں میں ہاتھ دھو آئے

زندگی ہو جسے عزیز بہت
وہ نہ مرنے کی دل میں ٹھہرائے

اب تو بیٹھے ہیں گوش برآواز
چاہے جس وقت یار بُلوائے

مبارکہ

رقم فرمودہ حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی

"تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را ٭ گاہے گاہے باز خواں ایں دفترِ پارینہ را"

میرے منجھلے بھائیؓ کا ایک پرانا خط

مندرجہ ذیل خط ۱۹۴۵ء کے حضرت منجھلے بھائی صاحبؓ کا ہے جب وہ قریباً ۵۲ سال کے تھے۔ امید ہے کہ یہ تحریر آپ سب ناظرین کے دلوں میں بھی ان کی یاد تازہ کر کے تحریک دُعا میں مزید مدد ہوگی۔ اس لئے کہ ان کا یہ فقرہ کہ "مجھے اپنی زندگی میں کوئی دین و دنیا کی حقیقی خوشی نصیب نہیں ہوئی" کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ کر دے یا ان کی نسبت نعوذ باللہ ناشکر گزار ہونے کا خیال کسی کے دل میں گزرے لکھنا ضروری جانتی ہوں کہ ایسا ہرگز نہ تھا بلکہ بات یہی تھی کہ اب تک ان کے دل کی یہی کیفیت تھی اور رہی کہ باوجود نصرتِ الٰہی سے بہت نیک کام انجام دینے کے یہی سمجھا کئے کہ میں نے کوئی عمل نہیں کیا۔ خدا و خلق کے حقوق جیسا چاہیئے تھا مجھ سے ادا نہیں ہوئے اور وہ تو ایک طرح اوائل عمر کا زمانہ تھا۔ خواہشِ پرواز بہت تھی مگر اپنی قوتِ پرواز سے مطمئن نہ ہوتے تھے۔ عمل نیک کی تمنا بے حد تھی مگر اعمال حسنہ بجا لا کر بھی سیری نہ پاتے تھے کو ناکارہ جان کر مغموم خاموش۔ افسردہ سے رہتے تھے۔ اس آخری مرض میں جب طلعت مرحومہ (بنت عزیزی ظفر احمد) کی وفات ہوئی میں بھی یہاں تھی۔ ان دنوں آپ کی بیماری کمزوری اور گھبراہٹ شدت اختیار کر گئی تھی دو تین بار میرا ہاتھ تھام کر فرمایا کہ "دیکھو یاد رکھنا گواہ رہنا کہ مجھ سے کوئی عمل نہیں ہو سکا مگر خدا اور اس کے رسول کی محبت ضرور لئے جاتا ہوں"۔

یہ بار بار کہا شاید میں نے پہلے لکھا یا نہیں مجھے بوجہ ان دنوں علیل ہونے کے اس وقت یاد نہیں۔ مگر یہ الفاظ ان کی ایک طرح آخری امانت ہیں جو اس تحریر کی وضاحت کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی اپنے کرم سے بے حساب مغفرت فرمائے۔ مجھے بے حساب مغفرت کی دعا کی بھی تاکید کئی بار کی ہے۔ بیماری کے اوقات میں خصوصاً۔ میرے مسیح و مہدی قریب و حبیب خدا۔ دونوں میرے بھائیوں کو بے حساب اپنی آغوشِ رحمت میں مقام اعلیٰ بخش دے۔ اور ہمارے آقا کے قدموں میں درجات ان کے بھی بلند سے بلند ہوتے جائیں۔ آمین مبارکہ

کمرشل ہوس منصوری
۱۹ ۶/۲۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

عزیزہ مکرمہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط ملا۔ اور چٹھی بھی۔ جزاک اللہ۔ آج اتوار ہے اس لئے غالباً چٹھی کی وصولی کل ہو سکے گی۔

میاں عبد اللہ خان صاحب معہ بو صاحبہ[1] و اہل و عیال کل ڈیرہ دون جا رہے ہیں۔ دلّی کے حکیم صاحب نے جو علاج کرتے تھے قریباً قریباً جواب ہی دے دیا ہے اور یہاں سے چلے بھی گئے ہیں۔ اب ایک اور حکیم صاحب ہیں جو آتے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہی ہاتھ میں شفا ہے۔ غالباً ڈیرہ دون میں ہفتہ عشرہ قیام ہوگا۔ اور پھر شاید دلّی یا شملہ (غالباً شملہ) کی طرف روانگی ہوگی۔ بچے اچھے ہیں۔

میری طبیعت اب الحمد للہ نسبتاً اچھی ہے۔ لیکن اب بھی گاہے گاہے غم اور پریشانی کا ایک غیر معمولی بوجھ دل پر محسوس کرتا ہوں۔ دراصل آج تک مجھے اپنی زندگی میں دین و دنیا کی کوئی حقیقی خوشی نصیب نہیں ہوئی اور میں سمجھتا ہوں کہ میری یہ دل کی بیماری اسی حالت کا پرتو ہے اور اسی لئے موجودہ تخفیف میرے واسطے کسی اطمینان کا موجب نہیں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ یہ اتار چڑھاؤ محض عارضی ہے۔ میں نے چونکہ دنیا میں آج تک کسی کو اپنا راز دار نہیں بنایا۔ اس لئے میرے خیالات و جذبات میرے دل تک محدود رہ کر میرے دل کو اندر سے کھوکھلا کرتے رہے ہیں جس کا آخری نتیجہ یہ دل کی بیماری ہے اور ابھی نہ معلوم میرے واسطے کیا کچھ مقدر ہے۔ آپ کو یہ اجمالی تفصیل اس لئے بتائی ہے کہ اگر کبھی میں یاد آؤں تو میرے واسطے دعا کر چھوڑیں مجھے ظاہرا طور پر لوگ ایک موٹے اور بھدے جذبات اور کند احساس والا آدمی خیال کرتے ہیں مگر میں جانتا ہوں کہ مجھے اپنی حالت تکلف کے ساتھ رکھنی پڑتی ہے تاکہ میرے احساسات واقعی کند ہو جاویں ورنہ میرا دل جس قالب میں ڈھلا ہوا ہے اُسے میں ہی سمجھتا ہوں یا میرا خدا۔ بس میرے اعترافات کی یہی حد ہے۔ فقط والسلام

خاکسار۔ مرزا بشیر احمد

---

[1] بو صاحبہ (جن کے ڈیرہ دون جانے کا ذکر ہے) سے مراد بو فاطمہ بیگم صاحبہ مرحومہ میرے میاں مرحوم کی ہمشیرہ ہیں وہ بیمار تھیں تو ان کے ہمراہ سفر میں میاں نے عزیزی عبد اللہ خان مرحوم کو معہ ہمشیرہ عزیزہ امۃ الحفیظ اور بچوں کے بھیجا تھا۔

جماعت احمدیہ کی تاریخ کا ایک ورق

جماعت میں افتراق و انتشار پیدا کرنے کی کوشش کو اللہ تعالیٰ نے کس طرح ناکام کیا

مکرم پروفیسر شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم۔اے۔ ربوہ

—(۱)—

روحانی سلسلوں میں ایمان کی آزمائش کے لئے ابتلا آیا ہی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ابتلاؤں کی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ:

احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لا یفتنون

کیا لوگ خیال کرتے ہیں کہ ان کا محض زبان سے یہ اقرار کر لینا کہ ہم ایمان لائے ہیں کافی ہوگا اور اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کے دعوے کو پرکھنے کے لئے انہیں کسی ابتلاء اور آزمائش میں نہیں ڈالے گا اور انہیں آزمائش کے بغیر ہی چھوڑ دے گا؟

احمدیت ایک صداقت ہے اور یہ سلسلہ خدا کے فضل سے ایک روحانی سلسلہ ہے۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ اس میں داخل ہونے والوں کے دعوئے ایمان کی آزمائش نہ ہوتی اور ان پر کوئی ابتلاء نہ آتے۔ یہ آزمائش اس زمانہ کے مامور و مرسل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں بھی بار بار ہوتی رہی اور حضور کے خلفاء کے زمانہ میں بھی ہوتی رہے گی۔ تاکہ ایمان کا دعوے کرنے والوں کے سچے اور جھوٹے میں امتیاز ہو سکے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر جو لوگ ایمان لائے ان میں سے بعض کمزور ایمان افراد کے قلوب کی گہرائیوں میں یہ خیال جاگزیں تھا جس کا اظہار عملاً تو ان کی طرف سے ہمیشہ ہی ہوتا رہا۔ مگر کھلے بندوں واضح الفاظ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے عہد میں ایک بے نام ٹریکٹ میں ۱۹۱۳ء میں ہوا کہ "ہمارے موجودہ زمانہ میں کچھ اس قسم کی جمہوریت کی ہوا چل رہی ہے کہ ہر ایک سلطنت اور ہر ایک متنفس شخص غلامی کے جوئے کو پھینک دینا چاہتا ہے۔ اس جمہوریت کا عام خیال پھیلنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس زمانہ کا مصلح اور مجدد اور حقیقی منجی دنیا کو شخصی مختارانہ حکومتوں سے خواہ وہ دنیوی حکومتیں ہوں یا دینی آزاد کرنے کے لئے تشریف لانے والا ہے۔" (اظہار حق ۱)

ان لوگوں نے روحانی سلسلہ کو بھی دنیاوی حکومت کا درجہ دینا چاہا اور جس طرح دنیاوی حکومتوں میں آجکل ہر شخص شخصی آزادی کا مدعی ہے اور وہ اس امر کا خواہاں ہے کہ حکومت کے نظم و نسق میں اس کا بھی عمل دخل ہونا چاہیئے اور کوئی امر اکثریت کی مرضی کے خلاف نہیں ہونا چاہیئے۔ ان لوگوں نے خدا کے ایک مامور و مرسل کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا دعوے کرنے کے باوجود اس کے اختیارات کو کم کرنے اور چھین لینے کی کوشش کی۔ خدا تعالیٰ کے مامور و مرسل تو خدا سے روشنی پا کر اپنے متبعین کی راہ نمائی کے لئے دنیا میں آتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے جبکہ ان کی اتباع کا دعوے کرنے والے ان کا ہاتھ تھام کر اندھا دھند ان کے پیچھے چلتے اور ان کی اتباع کرتے چلے جائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"بیعت کے معنے ہیں اپنے تئیں بیچ دینا" (ملفوظات دوم صفحہ ۲۹۴)

نیز حضور فرماتے ہیں:

"اگر دنیا داروں کی طرح رہو گے تو اس سے کچھ فائدہ نہیں کہ تم نے میرے ہاتھ پر توبہ کی۔ میرے ہاتھ پر توبہ کرنا ایک موت چاہتا ہے تاکہ تم نئی زندگی میں ایک اور پیدائش حاصل کرو۔" (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۲۶۶)

ان لوگوں نے اپنے مخصوص حالات کے ماتحت بار بار اپنے کاموں میں دخل اندازی کی کوشش کی۔ کبھی لنگر کے ضیاع کا الزام عائد کیا اور اس طرح حضور کو اپنی منشاء کے مطابق سلسلہ کے اموال خرچ کرنے سے روکنا چاہا اور کبھی اپنی کوتاہ بینی سے حضور کے بعض اشتہارات کی اشاعت روکنی چاہی جو خدا کی بتائی ہوئی پیش خبریوں پر مشتمل تھے۔ مگر ان حرکتوں سے صرف وہی متاثر ہوئے۔ جن کے ایمان کمزور تھے اور جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحیح مقام کو نہیں پہچانا تھا۔ ورنہ جماعت کا سواد اعظم اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی اکثریت جنہوں نے حضور کو اس زمانہ کا موعود مرسل اور مہدی یقین کرکے بیعت کی تھی اور حضور کے ہاتھ پر بیعت کرکے صحیح معنے میں بک چکے تھے ان کا ایمان خدا کے فضل سے ابتلاؤں میں صحیح و سلامت رہا۔ جیسا کہ حضور علیہ السلام کی زندگی اور حضور کے وصال کے بعد خلفاء کے ادوار کے واقعات شاہد ہیں۔

—(۲)—

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہوا تو جماعت کے ارباب حل و عقد صدر انجمن احمدیہ اور جماعت کے ایک کثیر حصہ کے نمائندگان نے متفقہ طور پر اور باصرار حضرت مولوی نور الدین رضی اللہ عنہ سے بیعت لینے کی درخواست کی۔ آپ نے دعا کی، دو نفل ادا کئے اور اللہ تعالیٰ سے اس نازک موقعہ پر راہ نمائی چاہی۔ پھر آپ نے احباب سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:

"میں کبھی امام بننے کا خواہشمند نہیں ہوا۔ یہ ایک بڑا بوجھ ہے ...... میں اپنے میں اس بوجھ کے اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا جبکہ بلا میری خواہش کے یہ بار میرے گلے میں ڈالا جاتا ہے اور دوست مجھے مجبور کرتے ہیں تو اس کو خدا کی طرف سے سمجھ کر قبول کرتا ہوں۔ میں خود ضعیف ہوں، بیمار رہتا ہوں۔ طبیعت مناسب نہیں۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں، جن جن کا نام لیا ہے، ان میں سے کوئی منتخب کر لو میں تمہارے ساتھ بیعت کرنے کو تیار ہوں۔ ... اگر تم میری بیعت کرنا چاہتے ہو تو سن لو کہ بیعت بک جانے کا نام ہے۔ تمہیں میرے احکام کی تعمیل کرنا ہوگی اور اگر یہ بات منظور ہو تو میں طوعاً و کرہاً اس بوجھ کو اٹھاتا ہوں۔" (الحکم جوبلی نمبر ص۲)

چنانچہ اس موقعہ پر قادیان میں حاضر جملہ احباب نے اور پھر ساری جماعت نے حضور کی بیعت کرکے اس عہد کے ساتھ کہ ہم سب آپ کے جملہ احکام کی تعمیل کریں گے۔ حضور کے ہاتھ پر بک جانا منظور کر لیا۔ اور جماعت اس عظیم ابتلاء میں سے خدا کے فضل اور اس کی دی ہوئی توفیق سے کامیاب و کامران اور صحیح سلامت گزر گئی۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک جانشین اور خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کر لینے اور بک جانے کا عہد کرنے کے معاً بعد ذاتی اقتدار اور خود مختاری کے خواب دیکھنے والے بعض اصحاب نے اپنے اس فیصلہ پر درپردہ "دست تاسف ملنا" اور پشیمانی کا اظہار کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ یہ لوگ بیعت کے بعد پچھلے روز ہی دوبارہ قادیان آئے اور انہوں نے المصلح الموعود حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب کو اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش کی۔ ان میں سے جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے علیحدگی میں آپ سے کہا:

"میاں ہم سے غلطی ہوگئی جس کا تدارک اب سوائے اس کے نظر نہیں آتا کہ ہم کوشش کریں کہ خلیفہ کے اختیارات کو محدود کر دیں۔ وہ بیعت لے لیا کریں، نماز پڑھا دیا کریں، خطبہ نکاح پڑھا دیا کریں، ایجاب و قبول اور اعلان نکاح فرما دیا کریں یا جنازہ پڑھا دیا کریں۔" (الحکم جوبلی نمبر ص۲۹)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ ان کی باتوں میں نہ آئے۔ اور جواب میں فرمایا اور بالکل صحیح فرمایا کہ:

"خواجہ صاحب ہم کون ہیں جو خلیفہ کے اختیارات کو تقسیم کریں۔ خلیفہ ان جلسوں کے بعد وہ حاکم ہیں نہ کہ ہم ..... ہم جب خود رضا و رغبت ایک شخص کی بیعت کر لی اور اس کے ہاتھ پر بک چکے۔ اب ہم کون ہیں جو اس کے اختیارات پر دخل دیں یا ان کو محدود کریں۔" (الحکم جوبلی نمبر ص۲۹)

اور کہنے والوں کا کہنا ہے کہ جناب خواجہ صاحب نے جناب مولوی محمد علی صاحب کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بعد میں کہا:

"مولوی صاحب میاں سے تو نا امید ہو جاؤ وہ تو اب ہمارے ہاتھ سے گئے۔" (الحکم جوبلی نمبر ص۲۹)

اب ان میں سے بعض احباب نے جماعتوں کے دورے کر کے اسے ہم خیال بنانے کی مہم شروع کر دی اور اس میں وہ کچھ عرصہ معروف رہے۔ چنانچہ بعض جماعتوں میں یہ سوال اٹھنا شروع ہو گیا کہ

"انجمن حاکم ہے یا خلیفہ"

ابتداءً تو حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے جو نہایت رحیم و کریم طبیعت کے مالک تھے عفو اور درگزر سے کام لیا اور باوجود اس کے کہ حضور کو ان کی سرگرمیوں کی اطلاعات پہنچ رہی تھیں، آپ نے چشم پوشی سے کام لیا محض اس خیال سے کہ آپ کسی کی ٹھوکر کا موجب نہ بنیں چنانچہ حضور نے بعد میں اس کا اظہار کرتے ہوئے ایک بار فرمایا:

"میں کسی کی ٹھوکر کا موجب بننے سے حتی الوسع بچتا اور رکتا رہا ہوں اس امید پر کہ شاید یہ لوگ اب بھی توبہ کر کے باز آئیں اور اصلاح کریں۔"

(البدر ۲۱ اکتوبر ۱۹۰۹ء)

مگر جب یہ فتنہ بڑھتا اور حضور ایدہ اللہ کے سامنے برملا طور پر یہ سوال رکھا گیا کہ حضور کے نزدیک انجمن حاکم ہے یا خلیفہ تو آپ نے اس سوال کا جواب دینے کے لئے ۳۱ جنوری ۱۹۰۹ء کا دن مخصوص فرمایا۔ وہ ایام سوز و گداز اور دعاؤں کے دن تھے۔ جبکہ اللہ تعالےٰ کے حضور مخلصین جماعت رو رو کر عرض کرتے ہیں کہ تو ہی محض اپنے فضل سے جماعت کو اس شر سے محفوظ رکھ۔ ۳۱ جنوری ۱۹۰۹ء کی فجر کی نماز حسب معمول حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ اس میں آپ نے نہایت درد اور کرب کے ساتھ سورۃ البروج کی تلاوت فرمائی۔ اور جب آپ ان آیات پر پہونچے کہ

ان الذین فتنوا المومنین
والمومنٰت ثم لم یتوبوا
فلھم عذاب جھنم
ولھم عذاب الحریق

"یعنی وہ لوگ جنہوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو فتنہ میں ڈالا ان کے لئے جہنم کا عذاب اور جلانے والا عذاب ہوگا۔"

تو رقت کی وجہ سے آپ کی چیخیں نکل رہی تھیں چنانچہ یہ آیت آپ نے ایک بار نہیں بلکہ دو مرتبہ پڑھی۔ اس سے آپ کے درد و کرب قلبی تکلیف اور دل کے جذبات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے غالباً اس خیال سے کہ حضور اس بارے میں اپنا عندیہ بیان نہ فرما دیں حضور کی خدمت میں عرض کیا۔

"حضور مبارک ہو سب لوگوں کو سمجھا دیا گیا ہے کہ انجمن ہی جانشین ہے۔"

(خلافت جوبلی نمبر ص۸۹)

مگر حضور نے اس کے باوجود تقریر فرمائی آپ مسجد کی چھت پر الدار کے اس کمرہ کے ساتھ ٹیک لگا کر جس میں ایک زمانہ میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رہائش پذیر تھے کھڑے تھے۔ تقریر میں آپ نے ان لوگوں کی اس قسم کی کوششوں پر ناراضگی کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا کہ

"میں تمہاری بنائی ہوئی مسجد میں کھڑا بھی نہیں ہوتا۔"

اس تقریر کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک بہت بڑے مجمع کے سامنے جناب مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ساتھیوں نے ان حرکات سے توبہ کر کے حضور کے ہاتھ پر دوبارہ بیعت کرلی۔

— ۳ —

جماعت کے اتحاد و اتفاق کو نقصان پہنچانے کے لئے ان کی کوششیں توبہ اور تجدید بیعت کے بعد بھی جاری رہیں۔ چنانچہ اس کے کچھ عرصہ بعد حضور نے حضرت حکیم فضل دین صاحب بھیروی مرحوم کی وصیت میں آئی ہوئی ایک حویلی واقعہ بھیرہ، وہاں کے ایک شخص کی درخواست پر بعض خاص حالات کے ماتحت بازار کے نرخ سے کم پر دے دینے کا ارشاد فرمایا۔ صدر انجمن احمدیہ کے کارکن اس امر کے لئے تیار نہ تھے۔ انہوں نے اس کی مخالفت کی سر توڑ کوشش کی، اور حضور کے اس ارشاد کے خلاف پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ چنانچہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے جناب سید حامد شاہ صاحب کے نام ایک خط مورخہ ۹/۱۹ ۰۹ء میں لکھا۔

"قادیان کی مشکلات کا سخت فکر ہے۔ خلیفہ صاحب کا تلون طبع بہت بڑھ گیا ہے ...... اگر اس میں ذرا بھی مخالفت خلیفہ صاحب کی رائے سے ہو تو برافروختہ ہو جاتے ہیں ...... اب ہم کیا کر سکتے ہیں، ان کا منشاء یہ

ہے کہ انجمن کالعدم ہو جائے۔ اور ان کی رائے سے ادنیٰ تخالف نہ ہو۔ مگر یہ وصیت کا منشاء نہیں۔ اسی میں ہی حکم ہے کہ تم سب مل جل کر کام کرو۔"
(اہل پیغام کے خاص کارنامے ص۳۵)

اور جناب ڈاکٹر سید حامد شاہ صاحب کے نام اپنے خط مورخہ ۱۹۰۹ء میں لکھا کہ:۔

"وہ باغ جو حضرت اقدس نے اپنے خون کا پانی دے کر کھڑا کیا تھا ابھی سنبھلنے ہی نہ پایا تھا کہ باد خزاں اسکو گرایا چاہتی ہے۔ حضرت مولوی صاحب کی طبیعت میں ضد اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ دوسرے کی سنتے ہی نہیں۔ وصیت کو پس پشت ڈالکر خدا کے فرستادہ کے کلام کی بے پرواہی کرتے ہوئے شخصی وجاہت اور حکومت ہی پیش نظر ہے۔ سلسلہ تباہ ہو تو ہو مگر اپنے منہ سے نکلی ہوئی بات نہ ٹلنے پر نہ ٹلے۔"
(آئینہ صداقت ص۱۶۵ تا ۱۶۶)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے ان کے اس وطیرہ کو دیکھ کر اعلان فرمایا کہ میں ان لوگوں کو عید الفطر تک موقعہ دیتا ہوں۔ اگر انہوں نے اپنی اصلاح کرلی تو بہتر ورنہ میں انہیں جماعت سے خارج کردوں گا۔ جب ان لوگوں نے دیکھا تو انہوں نے عید کے دن حضور سے معافی مانگ لی اور عہد کیا کہ وہ آئندہ ایسا نہیں کریں گے۔ حضور نے ازراہ ترحم انہیں معاف فرما دیا۔ انہوں نے حضور سے پھر بیعت لینے کی درخواست بھی کی مگر حضور نے فرمایا کہ تم اسی عہد پر قائم رہو۔ تو پھر نئی بیعت لینے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ جیسا کہ سطور ذیل میں واضح ہے۔

(۴)

ان اصحاب کے معافی مانگنے پر حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے عید کے خطبہ میں فرمایا:۔

"کوئی قوم سوائے وحدت کے قوم نہیں بن سکتی۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ کوئی انسان سوائے وحدت کے انسان نہیں بن سکتا کوئی محلہ سوائے وحدت کے محلہ نہیں بن سکتا۔ اور کوئی گاؤں سوائے وحدت کے گاؤں نہیں بن سکتا۔ ......

حضرت صاحب کی تصنیف میں معرفت کا ایک نکتہ ہے وہ میں تمہیں کھول کر سناتا ہوں۔ جس کو خلیفہ بنانا تھا اس کا معاملہ تو خدا کے سپرد کردیا۔ اور اُدھر چودہ اشخاص کو فرمایا کہ تم بحیثیت مجموعی خلیفۃ المسیح ہو۔ تمہارا فیصلہ قطعی فیصلہ ہے۔ اور گورنمنٹ کے نزدیک بھی وہی قطعی ہے۔ پھر ان ان چودہ کے چودہ کو باندھ کر ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کرا دی کہ اسے اپنا خلیفہ مانو اور اس طرح تمہیں اکٹھا کردیا۔ پھر نہ صرف چودہ کا بلکہ تمام قوم کا میری خلافت پر اجماع ہو گیا۔ اب جو اجماع کا خلاف کرنے والا ہے وہ خدا کا مخالف ہے ......

پس تم کان کھول کر سنو۔ اگر اب اس معاہدہ کے خلاف کروگے تو اعقبھم نفاقاً فی قلوبھم کے مصداق بنوگے۔ میں نے تمہیں یہ کیوں سنایا؟ اس لئے کہ تم میں بعض نافہم ہیں جو بار بار کمزوریاں دکھاتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ مجھ سے بڑھ کر جانتے ہیں۔ خدا نے جس کام پر مجھے مقرر کیا ہے میں بڑے زور سے خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ اب میں اس کرتے کو ہرگز نہیں اتار سکتا۔ اگر سارا جہان بھی اور تم بھی میرے مخالف ہوجاؤ تو میں تمہاری بالکل پرواہ نہیں کرتا اور نہ کروں گا۔

...... تم معاہدہ کا حق پورا کرو پھر دیکھو کس قدر ترقی کرتے ہو۔ اور کیسے کامیاب ہوتے ہو۔ ...... مجھے ضرورتاً کچھ کہنا پڑا ہے۔ اس کا میرے ساتھ وعدہ ہے کہ میں تمہارا ساتھ دوں گا۔ مجھے دوبارہ بیعت لینے کی ضرورت نہیں۔ تم اپنے معاہدہ پر قائم رہو اور ایسا نہ ہو کہ نفاق

میں مبتلا ہو جاؤ اگر تم مجھ میں کوئی
عیب دیکھو تو اُسکی استقامت کی
دعا کی کوشش کرو مگر بدگمانی نہ کرو
کہ تم مجھ بڈھے کو آیت یا حدیث یا مرزا
صاحب کے کسی قول کے معنے سمجھاؤ گے
کہ اگر میں گندہ ہوں تو یوں دعا مانگو کہ
خدا مجھے دنیا سے اٹھالے پھر دیکھو کہ دعا
کس پر الٹی پڑتی ہے۔ توبہ کرو اور دعا
کرو اور پھر دعا کرو میں فروری کو یا نو
ماہ سے اس دکھ میں مبتلا ہوں اب تم
اس بڈھے کو تکلیف میں ڈال کر اس پر رحم کرو۔
...... میں آج کے دن ایک اور کلام کرنے
والا تھا مگر خدا تعالیٰ نے مجھے روک دیا
ہے اور میں اسکی مصلحتوں پر قربان ہوں...
... میں ایسے لوگوں کو جماعت سے الگ
نہیں کرتا کہ شاید وہ سمجھ جائیں کچھ جانیں
ایسا نہ ہو کہ میں انکی ٹھوکر کا باعث ہوں
میں آخر میں پھر کہتا ہوں کہ آپس میں
تباغض و تحاسد کا رنگ چھوڑ دو کوئی
کوئی امر امن یا خوف کا پیش آجائے
عوام کو نہ سناؤ ہاں جب کوئی امر طے
ہو جائے تو پھر بیشک اشاعت کرو
اب میں تمہیں کہتا ہوں کہ یہ باتیں تمہیں
ماننی پڑیں گی طوعاً و کرہاً اور آخر انہیں
پڑے گا اتیتا طائعین جو کچھ
میں کہتا ہوں تمہارے بھلے کی کہتا ہوں
اللہ تعالیٰ نے مجھے اور تمہیں راہ ہدایت
پر قائم رکھے اور خاتمہ بالخیر کرے آمین
(اخبار بدر مؤرخہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۰۹ء)

حضور رض کے اس خطبہ کے ساتھ ہی البدر کے
اسی پرچہ میں ان میں سے بعض اصحاب کی
طرف سے ایک اعلان شائع ہوا جس سے یہ ظاہر
کرنا مقصود تھا کہ اس خطبہ میں انکی طرف اشارہ
نہیں بلکہ کچھ اور لوگوں کی طرف اشارہ ہے
جن کا انہیں کوئی علم نہیں چنانچہ اس اعلان میں
انہوں نے لکھا۔

"عید الفطر کے مبارک موقعہ پر حسب معمول
ہم قادیان دارالامان میں حاضر ہوئے تو معلوم
ہوا کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں بعض
لوگوں نے ایسے خطوط لکھ کر بھیجے ہیں جن میں یہ
ظاہر کیا گیا ہے کہ بعض ممبران مجلس معتمدین
صدر انجمن احمدیہ گویا حضرت خلیفۃ المسیح کی مخالفت
کرتے ہیں۔ ان خطوط کو پڑھکر ہمیں بہت
رنج ہوا... ہم اپنے دل چیر کر کسی کو
نہیں دکھا سکتے لیکن بذریعہ اعلان ہم سب
احباب کو یہ یقین دلاتے ہیں کہ ہم نے جو بیعت
حضرت خلیفۃ المسیح کی کی وہ کسی جبر و اکراہ سے نہیں
بلکہ شرح صدر سے کی اور ہم اس وقت تک
اسی عہد بیعت پر قائم ہیں اور حضرت خلیفۃ المسیح
کی اطاعت کرتے ہیں۔...

اس اعلان پر جناب شیخ رحمت اللہ صاحب جناب مرزا
یعقوب بیگ اور جناب مولوی محمد علی صاحب
کے دستخط ثبت ہیں۔

اس اعلان میں اس خطبہ عید کا باعث ہونے کی تمام
ذمہ داری "بعض لوگوں" پر ڈالی گئی ہے
جنہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں بعض
خطوط لکھ کر بھیجے تھے۔ قارئین کرام واقعات کی روشنی
میں خود اندازہ لگا لیں کہ اس خطبہ عید میں کن لوگوں
کا ذکر ہو رہا ہے۔ اس کے بعد جو کچھ ان لوگوں نے کیا
وہ سطور ذیل سے واضح ہے

۵

اس کے بعد بھی یہ حرکات جو ایک الٰہی سلسلہ کے کسی
طرح بھی شایانِ شان نہیں تھیں بند نہ ہوئیں
چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد اظہار حق کے نام سے کسی
کی طرف سے دو گمنام ٹریکٹ شائع ہوئے انہیں سے
بعض اقتباسات درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

۱۔ "جناب مولوی نور الدین صاحب کی میرے
دل میں عزت ہے۔ مگر افسوس ہے کہ اب وہ
شخص اپنے امام کے کھلے کھلے منشاء کے خلاف ایک
ہونہار قوم میں پیر پرستی کا بیج بونا چاہتا ہے
اور قوم کو اس دقّت اور سیل میں جکڑ کر مبتلا کرنا
چاہتا ہے میرے دل میں اپنے سلسلہ کے بزرگوں کی
عزت ہے اور میں کسی کی شان پر حملہ کرنا پسند نہیں کرتا تاہم
یہ بھی کبھی گوارا نہیں کیا جا سکتا کہ ایسی ہونہار اور
خادم اسلام قوم کی باگ ڈور خلاف منشاء بانی سلسلہ
کسی ایک شخص کے ہاتھ میں دیدی جائے اور اسے جاہلی
خلیفہ بنا کر سمجھا جائے خود سری اور رعونت پیدا کی جائے
(اظہار حق ۲)

۲۔ "افسوس ہے کہ باوجود کھلے کھلے احکام کے
جماعت کیوں اتنی بزدل ہوگئی اور کیوں وہ ایسے آدمی
کے ہاتھ پر بیعت کرنے پر راضی ہوگئی جو حضرت مسیح موعود
علیہ السلام کے نام پر نہیں بلکہ اپنے نام پر بیعت لیتا ہے"
(ایضاً)

۳۔ "صدر انجمن کے بزرگ ارکین کی غفلت سے ساری
قوم صرف جناب مولوی نور الدین صاحب کے ہاتھ پر
بیعت کرنے پر مجبور ہوگئی اور بانی سلسلہ کی وفات
کے اضطراب میں الوصیت کو پس پشت ڈال دیا گیا"
(اظہار حق ۲)

اگر یہ ٹریکٹ گمنام ہی رہتے تو یہ لوگ کہہ سکتے تھے کہ
جو کچھ ان میں تحریر کیا گیا ہے وہ ہم نے نہیں لکھا یا ہم ان
خیالات سے متفق نہیں ہیں مگر پیغام صلح ہی جب یہ
حقیقت چھپی کر۔
"جو ٹریکٹ ہم نے دیکھے ہیں انمیں ذرا شک نہیں کہ
اکثر باتیں انکی سچی ہیں جہاں تک کہ ان کے متعلق ہمارا
علم ہے" (پیغام صلح جلد ۱ نمبر ۵ مؤرخہ ۱۱ ستمبر ۱۹۱۳ء)
تو یہ امر صریح ہو گیا کہ یہ ٹریکٹ انہی کے خیالات کے
آئینہ دار تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے انجمن انصار اللہ کو ان کا جواب لکھ کر شائع کرنے کا ارشاد فرمایا حضور کے ارشاد کی تعمیل میں انجمن مذکور نے خلافت احمدیہ اور اظہار حقیقت کے نام سے ان کا جواب لکھ کر حضور کی خدمت میں پیش کیا تو حضور نے انہیں شروع سے آخر تک دیکھا اور اپنے دست مبارک سے مسودہ پر حسب ذیل الفاظ تحریر فرمائے

" ہزار ملامت ہو پیغام پر جس نے اپنی چھپی چٹھی شائع کر کے ہمیں پیغام جنگ دیا اور نفاق کا بھانڈا پھوڑ دیا۔ "

(اہل پیغام کے بعض خاص کارنامے صفحہ ۲۸)

(۶)

جماعت احمدیہ کے لئے خلافت اولیٰ کے چھ سالہ دور میں ان لوگوں کا افتراق انگیز رویہ ایک بہت بڑے ابتلاء کا حکم رکھتا تھا کیونکہ بیرونی خطروں کی نسبت اندرونی خطرات زیادہ نقصان دہ ثابت ہو سکتے ہیں پھر جو لوگ ان باتوں میں پیش پیش تھے وہ جماعت کی صف اول سے تعلق رکھتے تھے کیا بلحاظ صدر انجمن احمدیہ پر قابض ہونے کے کیا بلحاظ وجاہت اور اقتدار کے اور کیا بلحاظ اثر و رسوخ کے۔

انہوں نے اپنی خامیوں کے باوجود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اور سلسلہ کی خدمت کی تھی اسی لئے تالیف قلوب کے طور پر ان کی خدمات کے باعث بھی ان کی کمزوریاں نظر انداز کر دی جاتی رہیں اور یہی وجہ ان کے جماعت میں اثر و رسوخ اور وجاہت و اقتدار کی تھی۔ ایسے اثر و رسوخ اور وجاہت والے ارباب حل و عقد کی کجروی کا اور راہ راست سے انحراف سلسلہ کے لئے بہت زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتا تھا اگر اللہ تعالیٰ جماعت کو استقامت نہ بخشتا اور اس ابتلائے عظیم میں جماعت کے سواد اعظم کو راہ راست پر قائم نہ رکھتا۔ جماعت نے اس ابتلاء کے خطرناک اور نازک ایام حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی قیادت میں خشوع و خضوع اور نہایت درجہ الحاح کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور دعاؤں میں گزارے تا اور تو انا خدا اس ابتلا میں سے اسے صحیح سالم گزار دے اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا احسان ہے کہ اس نے حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ اور جماعت کی ان عاجزانہ دعاؤں کو سنا جماعت میں انتشار اور افتراق پیدا کرنے کی تمام تر کوششوں کو ناکام بنا دیا اور اس نازک دور میں سے اسے کامیابی اور کامرانی کے ساتھ گزار دیا۔

فالحمد للہ و ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم۔

خاکسار۔ محبوب عالم خالد

-ہ-ہ-ہ-ہ-

جلسہ سالانہ کے اغراض و مقاصد اور اُن کے تقاضے

دینی علوم کا حصول ذکر الٰہی۔ اور باہمی اخوت و محبت ہر احمدی کا شعار ہونا چاہیئے

(از مکرم عبدالرشید صاحب غنی ایم ایس سی لیکچرار تعلیم الاسلام کالج ربوہ)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آج سے ۸۲ سال پہلے خدا تعالیٰ سے خبر پا کر براہین احمدیہ میں یہ پیشگوئی درج فرمائی کہ

"یاتیک من کل فج عمیق
یاتون من کل فج عمیق
... ینصرک رجال نوحی
الیھم من السماء۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی نصرت دور دراز سے آئے گی اور دور دراز سے لوگ تیرے پاس آئیں گے جن کے آنے کی وجہ سے راستے گہرے ہوتے جائیں گے ...... تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کے دلوں میں ہم اپنی طرف سے الہام کریں گے۔"

(تذکرہ صفحہ ۵۰)

ہر سال جلسہ سالانہ کے موقع پر ہم خدا تعالیٰ کے ماموروں کی یہ پیشگوئی جو کہ جلسہ سالانہ کی بنیاد سے بھی ۹ سال پہلے کی تھی پوری آب و تاب کے ساتھ پورا ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں بلکہ ہر آنے والے جلسہ پر یہ پیشگوئی پہلے سے بھی زیادہ شان کے ساتھ پوری ہوتی ہے اور اس طرح صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اظہار کا خاص ذریعہ بنتی ہے۔

اسلام میں اجتماع کے مقاصد

اسلامی اجتماعوں پر غور کیا جائے تو ان کے اغراض و مقاصد بھی ... نظر آتے ہیں جن کے لئے خدا تعالیٰ نبی اور مامور مبعوث فرماتا ہے اور خدا تعالیٰ نے نبی اور مامور مبعوث فرمانے کی غرض قرآن پاک میں اس طرح بیان فرمائی ہے

هو الذی بعث فی الامیین رسولًا منھم یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ۔ وان کانوا من قبل لفی ضلٰلٍ مبین (سورۃ جمعہ ۳)

وہی خدا جس نے ایک ان پڑھ قوم کی طرف انہی میں سے ایک شخص کو رسول بنا کر بھیجا جو باوجود ان پڑھ ہونے کے ان کو خدا کے احکام سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے گو وہ اس سے پہلے بڑی بھول میں تھے (تفسیر صغیر)

اس آیت سے ظاہر ہے کہ نبی مامور من اللہ کے یہ کام ہیں:۔

۱۔ خدا تعالیٰ کے نشانات اور معجزات اس کے ذریعے دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں

۲۔ وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام اور حکمتوں سے آگاہ کرتا ہے اور اس کے ذریعے وہ لوگوں کی دینی واقفیت ایمان اور معرفت بڑھاتا ہے تاکہ وہ انفرادی اور اجتماعی رنگ میں فلاح کی راہ پر گامزن ہوں

۳۔ وہ ان کو پاک اور مطہر بناتا ہے تاکہ ان کے دل خدا تعالیٰ کے مسکن ہوں اور وہ اس کی رضا حاصل کرنے والے ہوں اور ان کو اس کی تائید حاصل ہو۔

اسلامی اجتماعوں کے لئے جو بھی طریقے اور آداب سکھائے گئے ہیں وہ سب انہی اغراض کو ملحوظ رکھنے اور انہیں پیدا کرنے کے لئے ہیں۔ چنانچہ ہر اسلامی اجتماع سے علم و عرفان حاصل ہوتا ہے اور نظم و ضبط اخوت و محبت ہمدردی اور اطاعت اور قربانی اور ایثار کے جذبات ترقی پاتے ہیں۔ تزکیہ نفس اور رضائے الٰہی کے حصول کے لئے ہر عبادت کے ساتھ ذکر الٰہی اور دعاؤں کو لازمی قرار دیا ہے۔

ہمارا جلسہ سالانہ

جماعت احمدیہ کا دعویٰ ہے کہ وہ تجدید و احیائے دین کے لئے قائم کی گئی ہے چنانچہ ہمارا جلسہ سالانہ بھی انہی اغراض و مقاصد کے تابع ہے جنہیں اسلام نے ملحوظ رکھا ہے چنانچہ ۱۸۹۱ء میں بانی سلسلہ احمدیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس جلسہ کی بنیاد رکھتے ہوئے اس کے اغراض و مقاصد پر پوری طرح روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرمایا:

"اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کے ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں اور نیز دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہوگی اور حتی الوسع بدرگاہ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی کہ خدا تعالیٰ ان کو اپنی طرف کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے اور پاک تبدیلی انہیں بخشے اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں کا یہ بھی ہوگا کہ ہر ایک نئے سال میں جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے اور روشناسی ہو کر آپس میں رشتہ تودد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا اس جلسہ میں اس کے لئے دعائے مغفرت کی جائے گی اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لئے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اٹھا دینے کے لئے بدرگاہ حضرت عزت جلشانہٗ کوشش کی جائے گی۔" (اشتہار ۳۰ دسمبر ۱۸۹۱ء)

"اس جلسہ کے اغراض میں سے سب سے بڑی غرض تو یہ ہے کہ تا ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقعہ ملے اور ان کی معلومات وسیع ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو۔

اور پھر اس کے ضمن میں یہ بھی فوائد ہیں کہ اس ملاقات سے تمام بھائیوں کا تعارف بڑھے گا اور اس سے جماعت کے تعلقات اخوت استحکام پذیر ہوں گے ماسوا اس کے اس جلسہ میں یہ بھی ضروریات میں سے ہے کہ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں ...... اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمہ اسلام پر بنیاد ہے۔"

مندرجہ بالا اقتباسات سے ظاہر ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ کے وہی اغراض و مقاصد مقرر فرمائے ہیں جن کے لئے خدا تعالیٰ نبی اور مامور مبعوث فرماتا ہے اور جو اسلامی اجتماعوں میں بالخصوص ملحوظ رکھے جاتے ہیں۔

یہ مقاصد پورے ہو رہے ہیں

جلسہ سالانہ کی تاریخ اور اس کی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے تمام وہ اغراض و مقاصد جن کے پیش نظر اس جلسہ کی بنیاد رکھی گئی تھی پورے ہو رہے ہیں خدا تعالیٰ کے فضل و احسان سے ابتداء سے لے کر آج تک ہر ہونے والا جلسہ اپنے پچھلے جلسہ سے زیادہ آب و تاب کے ساتھ ان اغراض کو پورا کرتا ہے علوم دینیہ سے واقفیت۔ علم و عرفان میں ترقی رشتۂ اخوت و محبت کو مستحکم بنیادوں پر قائم رکھنا جلسہ سالانہ کی خصوصیات ہیں انفرادی اور اجتماعی دعائیں عبادتیں اور ذکر الٰہی تو جلسہ سالانہ کے ایام میں ہر احمدی کی روح کی غذا ہیں گویا جن مقاصد کے لئے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے وہ ہر سال خدا تعالیٰ کے فضل سے نہایت عظیم الشان رنگ میں پورے ہو رہے ہیں۔

جماعت کے نوجوانوں کی ذمہ داریاں

جلسہ سالانہ کی اہمیت، اغراض و مقاصد کو پوری طرح سمجھ لینے کے بعد ہر احمدی نوجوان کو غور کرنا چاہیئے کہ کیا وہ ان اغراض و مقاصد کو اسی طرح پورا کر رہا ہے جس طرح کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمائے تھے کیا ہم اسی تڑپ معرفت سے جس کا منبع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور جس کی طرف اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بلایا ہے اسی طرح فیضیاب ہونے کی کوشش کر رہے ہیں جلسہ سالانہ کی کامیابی کے لئے تو خدا تعالیٰ نے بڑے بڑے وعدے فرمائے ہیں اور ہم سب کا ایمان ہے کہ یہ وعدے انشاء اللہ ضرور پورے ہوں گے مگر ضرورت تو اس بات کی ہے کہ ہم سب خدا تعالیٰ کے ان فضلوں اور برکتوں کے وارث بنیں جو کہ جلسہ سالانہ کے ساتھ وابستہ کی گئی ہیں اور جن کے ہم محتاج ہیں حضور فرماتے ہیں:۔

"لازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لائیں جو زاد راہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور اپنا سرمائی بستر لحاف وغیرہ بھی بقدر ضرورت ساتھ لاویں اور اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں ادنیٰ ادنیٰ ہرجوں کی پرواہ نہ کریں خدا تعالیٰ مخلصوں کو ہر قدم پر ثواب دیتا ہے اور اس کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں جاتی اور مکرر لکھا

چاہیے کہ اس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کیلئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔"

اب ہم سب پر جو اس جلسہ میں شمولیت اختیار کر رہے ہیں یہ فرض عاید ہوتا ہے کہ ہم جلسہ کے تقدس کو ہر طرح قائم رکھیں اور اس کی روایات کو احسن طریق سے محفوظ رکھیں ہماری دعائیں سوز و گداز سے معمور ہوں ہماری عبادتیں خلوص قلب گریہ و زاری اور رقت سے بھرپور ہوں شعائر اللہ کی زیارت کا احترام ہو بزرگان دین سے زیادہ سے زیادہ شرف ملاقات مقصود ہو دین کی خاطر ہر قسم کی قربانی کے پرخلوص جذبات دل میں موجزن ہوں اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنا ہمیشہ ہمارے کردار کی سب سے بڑی اور نمایاں خصوصیت ہو۔

یہی وہ روایات ہیں جن کو قائم رکھنے کے لئے حضور سرورِ کائنات فخر موجودات صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود اور مہدیٔ زماں نے اس جلسہ کی بنیاد رکھی ایسی جو شاندار خبریں جلسہ سالانہ کے بارے میں حضور کو دی گئیں ان کا یہی تقاضا ہے کہ ہم اپنی کوششیں اور ایثار و قربانی کی رفتار دین اسلام کی خاطر بڑھاتے چلے جائیں اور نہ صرف خود بلکہ آنے والی نسلوں کو بھی اس امر کی تلقین کرتے رہیں کہ وہ جلسہ سالانہ میں اس کے اغراض و مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے شمولیت اختیار کریں اور اس کی روایات کو قائم رکھیں خدا تعالیٰ کے فضل و نصرت کے جاذب بنتے رہیں تاکہ ہمارا جلسہ سالانہ ہر رنگ میں کامیاب ہو وہ احباب جو ان اغراض و مقاصد کی خاطر جلسہ میں شریک ہوتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کی بہت سی برکتوں کے حامل ہوتے ہیں کیونکہ یہی ہیں جن کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی ہے کہ

"بالآخر میں دعا کرتا ہوں کہ ہر ایک صاحب جو اس للّہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دے اور ان کے ہم و غم دور فرمائے اور ان کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی مرادات کی راہیں ان پر کھول دے اور روز آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ ان کو اٹھائے جن پر اس کا فضل و رحم ہے اور تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ اے خدا اے ذوالمجد والعطاء اور اے رحیم اور مشکل کشا۔ یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر ایک قوت و طاقت تجھ ہی کو ہے۔ آمین ثم آمین۔"

(اشتہار ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس دعا کا وارث بنائے اور جلسہ کی برکات سے انفرادی اور اجتماعی زندگی میں متمتع ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین اللّٰھم آمین۔

اصحاب احمد کے نادر تحفے

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۱۹۵۵ء کے جلسہ سالانہ پر اصحاب احمد کے سلسلہ تالیفات کے مفید ہونے کا ذکر کر کے احباب کو خریدنے کی پرزور تحریک فرمائی تھی سیدنا حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے متعدد بار اس کام کی پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ فرماتے تھے:۔

"دلچسپ اور ایمان افروز نظارہ ہیں اسے ختم کرنے کے بعد سویا۔"

"اصحاب احمد میں ... صحابہ کے روح پرور حالات درج ہیں"

"ہمارے دوست اشاعت میں حصہ لے کر نہ صرف اپنے ایمانوں میں روشنی اور جلا پیدا کرنے کی کوشش کریں گے بلکہ خیر از جماعت احباب میں بھی اس کی اشاعت کر کے انہیں روحانی خزائن سے متمتع ہونے کا موقع دیں گے۔"

"یہ جلدیں بڑی ایمان افروز ہیں"

"بعض مقامات پر تو میں نے یوں محسوس کیا کہ گویا میں اس کتاب کو پڑھتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں پہنچ گیا ہوں"

(تازہ تالیف: اصحاب احمد جلد پنجم حصہ دوم بابت حضرت مولوی محمد سرور شاہ صاحبؓ (قیمت ...) گیارھویں جلد بابت حضرت چوہدری نصر اللہ خان صاحبؓ معہ ان کی اہلیہ محترمہ و فرزند اکبر (قیمت ...) نوٹ جلسہ پر ربوہ کے ہر مکتبہ و تاجر سے دستیاب ہو سکے گی۔

مینجر احمدیہ بک ڈپو۔ دارالرحمت ربوہ

بشیر جنرل سٹورز گولبازار ربوہ

ربوہ کی مشہور و معروف معیاری دکان

جس میں آپ اپنی ضرورت کی اشیا۔ منیاری۔ کراکری۔ جیولری۔ کنفکشنری کا سامان۔ سٹیشنری۔ سکول و کالج کی کتب ہر وقت حسب منشاء حاصل کر سکیں گے۔

بہترین اشیاء مناسب قیمت اور دیانتداری سے آپ کی خدمت ہمارا اصول ہے!

پروپرائٹر بشیر جنرل سٹورز۔ گولبازار۔ ربوہ

قاعدہ یسرنا القرآن ۶۲ پیسے

نماز مترجم ۲۵ پیسے

قرآن کریم

مترجم مع پنج سورہ؟ ... معریٰ ۶ روپے

ملنے کا پتہ: مکتبہ یسرنا القرآن۔ ربوہ

مایوس العلاج مریضوں کیلئے خوشخبری

اللہ تعالیٰ کے رسول مقبول محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہر بیماری کی دوا ہے چنانچہ انسان کو خواہ کیسی تکلیف دہ مرض ہو مایوس نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے بلکہ اس مرض کا صحیح علاج تلاش کرنا چاہیے بفضل ایزدی ہمارے ہاں سے مندرجہ ذیل خاص الخاص دوائیں مل سکتی ہیں اگر آپ حاجتمند ہوں تو منگوا کر ضرور فائدہ اٹھائیں۔

دوائے نزلہ	-/۲	دوائے طحال	-/۳
دوائے موتیابند	-/۵	دوائے پتھری	-/۸
دوائے کمزوری نظر	-/۳	دوائے درد گردہ	-/۳
دوائے بیراتپ	-/۴	دوائے ذیابیطس	-/۶
دوائے پائیوریا	-/۲	دوائے درد وضع	-/۳
دوائے دمہ	-/۳	دوائے خارش	-/۳
دوائے رسیل	-/۹	دوائے تپ دق	-/۹
دوائے ضعف قلب	-/۱۰	دوائے کمی خون	-/۴
دوائے قبض دائمی	-/۳	دوائے امراض مخصوصہ	-/۱۰
دوائے بواسیر	-/۳	نوٹ:۔	
دوائے استسقاء	-/۳	فرمائش کے ساتھ اپنے	
دوائے خرابی جگر	-/۳	حالات بھی لکھیں۔	

حکیم مخدوم الٰہ احمد اکمل الطب والجراحت

دواخانہ فضل بیت المخدوم میانی سرگودھا

سیرت حضرت سیدہ اُم طاہرؓ

ایک نادر تحفہ

سیرۃ حضرت سیدہ اُم طاہرؓ جس کا دیباچہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا تحریر فرمودہ ہے جلسہ پر ہر کتب فروش سے مل سکے گی۔ مؤلفہ ملک صلاح الدین قادیان۔

قیمت مجلد ۳/۰ روپیہ، بغیر جلد ۲/۵۰

احمدیہ بکڈپو دارالرحمت۔ ربوہ

مکان برائے فروخت

ایک پختہ مکان بشمول چار کمرے و باورچی خانہ وغیرہ بجلی و پانی سے مکمل رقبہ ایک کنال۔ واقعہ محلہ دارالرحمت شرقی ربوہ نیز ایک قطعہ اراضی قابل رہائش برائے فروخت۔ خواہشمند حضرات خود یا بذریعہ خط ملاقات فرمائیں۔ ہاشمی معرفت ممتاز فلور ملز دارالرحمت شرقی ربوہ

ہمدرد نسواں اٹھرا کی گولیاں۔ دواخانہ خدمت خلق رجسٹرڈ ربوہ سے طلب کریں مکمل کورس اکیس روپے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا بے مثال غمخوار بھائی

اجعل لی وزیرا من اھلی

حضرت فضل عمر المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے سریر آرائے مسندِ خلافت ہوتے ہی قرعۂ فال حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر یکدم اتنی بڑی بڑی جماعتی ذمہ داریاں آپڑیں کہ ہر سوچنے والا یہ یقین کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یہ سب کچھ کسی آسمانی پلان کا نتیجہ تھا اور آسمانی فیصلے کے مطابق ہی حضرت مرحوم کو اس بار کے اٹھانے اور بہترین صورت میں کام کرنے کی توفیق مل رہی تھی اور آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس پاک مقصد کے حصول کے لئے گزر رہا تھا۔

حضرت فضل عمر ایدہ اللہ تعالیٰ کی اپنی عمر اس وقت ۲۵ سال تھی اور حضرت میاں صاحب کی ۲۱ سال۔ حضرت فضل عمر ایدہ اللہ کے کاموں اور حضرت میاں صاحب کے طریق کار سے یہ بات بھی نمایاں طور پر نظر آتی ہے کہ الٰہی بارگاہ میں اگر ایک سپرد فرائض امارت ہوئے تھے تو دوسرا آسمانی مقاصد کو سمجھ کر اپنے بھائی کا نہایت پیارا۔ مزاج شناس۔ اطاعت شعار و فرمانبردار دونوں کندھے آگے کر کے سارا بار اٹھا لینے کی پیشکش کرنے والا اپنے اہل میں سے وزیر بھائی تھا۔

پہلی اہم ذمہ داری آپ کے سپرد الفضل کی ایڈیٹری کی ہوئی۔ اور اس وقت منکرین خلافت کا مقابلہ کرنے کا نہایت اہم کام درپیش تھا۔ اس سے پہلے یہ فرائض خود حضرت فضل عمر ایدہ اللہ ادا فرما رہے تھے۔ پھر صدر انجمن احمدیہ کا شیرازہ بکھر رہا تھا کیونکہ جماعت کے بہت سے نام نہاد کرتا دھرتا ممبران لاہور چلے گئے تھے۔ حضرت میاں صاحب انجمن کے نہایت صائب الرائے ممبر ثابت ہوئے۔

حضور ایدہ اللہ نے جو نظارتیں قائم فرمائی تھیں ان میں سے ایک اہم نظارت آپ کے سپرد ہوئی جس کے فرائض اس عمدگی سے آپ نے سرانجام دئے کہ کوئی بڑی گورنمنٹ کا وزیر بھی اس سے بہتر اپنے قلمدان کے فرائض سرانجام نہ دیتا نہ بہتر رپورٹ پیش کر سکتا۔

تعلیم الاسلام ہائی سکول حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قائم کردہ ایک ادارہ تھا اور مولوی صدر الدین صاحب چلتے وقت جماعت کی عزت کو چیلنج کر گئے تھے کہ اس عمارت پر اب عیسائیوں کا قبضہ ہوگا اور یہاں اُلّو بولیں گے وغیرہ۔ حضرت مولوی محمد دین صاحب کی رہنمائی میں خدا کے فضل سے سکول اپنے مقام سے ایک بال برابر بھی نیچے نہ گرا بلکہ بالا سے بالا چڑھتا چلا گیا۔ بایں ہمہ حضرت میاں صاحب کو اس طرف بھی بڑا خیال تھا۔ ۱۹۱۶ء میں یہ عاجز تعلیم الاسلام ہائی سکول کی دسویں جماعت میں پڑھتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت ہمیں نصیب فرمائی کہ حضرت میاں صاحب نے ہمیں جغرافیہ پڑھانا شروع کیا۔ وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ مجھے اپنے ساتھیوں میں سے محترم ڈاکٹر کرنل خلیفہ تقی الدین احمد صاحب چوہدری علی اکبر صاحب نائب ناظر تعلیم و تربیت ربوہ۔ میاں غلام محمد صاحب اختر۔ مرزا عظیم بیگ صاحب سابق منتظم لنگرخانہ ربوہ۔ ضیاء الحق خان صاحب کو زندگان میں سے اور شیخ یوسف علی صاحب مرحوم۔ سید محمود اللہ شاہ صاحب مرحوم۔ سید عزیز اللہ شاہ صاحب مرحوم فوت شدگان میں سے یاد آ رہے ہیں حضرت مرحوم کا یہ تعلق ہمیشہ یاد رہا۔ آپ اپنا مضمون اس طرح تیار کر کے لاتے کہ حیرت ہوا کرتی تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ فن کا کمال اس سے اوپر نہیں جا سکتا۔ آپ کی آواز میں ایسی دلآویز شوکت۔ انگریزی زبان پر ایسی قدرت اور طریقِ تعلیم میں ایسی دلنشینی ہوا کرتی کہ جی نہ چاہتا کہ گھنٹی ختم ہو۔ اس وقت بھی وقار اور کم آمیزی کی ایک عجیب شان آپ میں خاص طور پر محسوس ہوتی تھی۔ ہماری جماعت میں گردونواح کے ہندو اور سکھ طالب علم بھی پڑھا کرتے تھے کبھی کبھی نہایت ہلکا سا مزاح بھی اس طرح ہو جاتا کہ سکھ صاحبان کے نام آپ کو یاد نہ رہتے اور آپ جب کسی ایک لڑکے کو بلانا ہوتا تو اس پر جماعت کے سارے سکھ لڑکوں کے نام ختم کر دیتے اور فرماتے پریم سنگھ۔ گنڈا سنگھ بخشا سنگھ یا جو کچھ بھی آپ ہیں۔ اس میں تحقیر قطعاً مدنظر نہ ہوتی بلکہ اس میں بھی ایک پیار نمایاں ہوتا۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے آپ کو اُن صاحبان کے نام یاد نہ ہوتے تھے۔

جب سکول کی طرف سے کامل اطمینان ہو گیا تو حضرت نے یہ تعلق ختم کر دیا۔ اس عاجز پر حضرت کے نہایت موثر انداز گفتگو کا اس وقت سے ایسا گہرا اثر تھا کہ جب جلسہ سالانہ ۱۹۵۸ء پر آپ نے سیرت طیبہ والی تقریر ارشاد فرمائی اور اس کے بعد حسب عادت آ کر فرش پر تشریف فرما ہوئے تو میں پائے مبارک میں بیٹھ گیا اور اس تازہ جذب و اثر کی وجہ سے جو دل پر طاری تھا بے اختیار بول اٹھا کہ حضرت آپ کے طبعی حجاب اور کم آمیزی کے باعث پینتالیس سال ہم اس تحفۂ عظمیٰ سے محروم رہے ہیں ورنہ میں شاگرد ہوں مجھے تو ۱۹۱۶ء سے ہی اس کا علم تھا۔ میں نے یہ بھی عرض کیا کہ آپ نے حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فارسی اشعار بہت ہی وجد آفریں لہجہ میں پڑھے ہیں۔ آپ نے تبسم فرمایا اور نگاہیں نیچی کر لیں۔ بات یہی تھی کہ حضرت فضل عمر ایدہ اللہ تعالیٰ چونکہ بیان کے میدان کے بے نظیر شہسوار ہیں اس لئے حضرت میاں صاحب نے آگے آنے کی ضرورت محسوس نہیں فرمائی۔ جب حضور کی طبیعت ناساز ہوئی تو اپنی ساری طبیعت کی خرابی کے باوجود شدید سے شدید عوارض جسمانی کی حالت میں بھی اس فرض کو ادا فرمایا اور در منثور۔ در مکنون آئینہ جمالِ حبیبی محبت الٰہی۔ عشق محمد عربی سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم۔ عشق مسیح موعود علیہ السلام سے لبریز تقاریر ارشاد فرمائیں۔

آپ کی تقاریر کی خصوصیت یہ تھی کہ دماغ کی بجائے اس درجہ قلب پاک کے جذبات سے بھرپور ہوتیں کہ درد و سوز آپ کو درمیان ہی میں ٹھہرنے پر مجبور کر دیتا۔ چشم ہائے مبارک سے آنسو جاری ہوتے اور سامعین پر ایک ربودگی کی کیفیت طاری ہوتی۔ ؎

سخن کز دل بروں خیزد نشیند لاجرم بر دل

اسی محبت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہی کا کرشمہ آپ کی عظیم الشان تصنیف سیرۃ خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم ہے جو تین جلدوں میں ہے۔ علامہ شبلی مرحوم نے سیرۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم کی پہلی جلد شروع کی اور ابھی ختم نہ کی تھی کہ داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ کی اس تصنیف کی تکمیل سید سلیمان ندوی نے سات ضخیم جلدوں میں کی ہے لیکن جب سیرۃ خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم نظر سے گزری تو [illegible] اختلاف عقائد کے باوجود وہ داد دئے بغیر نہ رہ سکے [illegible] مسائل پر جو مغرب میں [illegible]

ہی سیر حاصل۔ نہایت مدلل اور اچھوتے انداز میں بحث کی گئی ہے۔ اور اہم ترین بات یہ ہے کہ ساری تصنیف محبت اور تحقیق کی میزان پر ایسے باریک اوزان سے تولی گئی ہوتی ہے کہ کوئی محقق یہ نہیں کہہ سکتا کہ کوئی نتیجہ تحقیق پر مبنی نہیں بلکہ محبت کا نتیجہ ہے اور کوئی محب رسول صلے اللہ علیہ وسلم یہ نہیں کہہ سکتا کہ محبت کے تقاضوں میں ایک مثقال ذرہ برابر کمی آئی ہے یہ داد تحقیق دینا ہر ایک کا کام نہ تھا۔

اسی طرح سیرۃ المہدی بھی محبت و تحقیق کا ایک نہایت شاہکار تھا۔ یہ کئی لحاظ سے نہایت نازک کام تھا اور خصوصیت سے دو وجوہات سے نازک تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دینی لحاظ سے اپنی ساری زندگی میں ہندوستان کو دارالحرب قرار دیتے رہے کیونکہ اسلام پر عیسائیت۔ آریہ دھرم۔ برہمو سماج۔ سائنس اور فلسفہ اور ہر چھوٹے سے چھوٹے مذہب نے اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھ کر اس پر حملہ کر دیا تھا چنانچہ حضور علیہ السلام کے ملفوظات جلد اول کے صفحہ ۲۱۷ پر یہ فتویٰ اور فیصلہ درج ہے کہ

"ہمارے نزدیک ہندوستان دارالحرب ہے بلحاظ قلم کے۔ پادری لوگوں نے اسلام کے خلاف خطرناک جنگ شروع کی ہوئی ہے۔۔۔ اللہ اور اس کے برگزیدہ رسول پر وہ دل آزار حملے کئے جاتے ہیں کہ ہمارا تو جگر پھٹ جاتا اور دل کانپ اٹھتا ہے۔"

پس آپ کو ان دشمنوں کے خلاف قلم سے سیف کا کام لینا پڑا اور آپ نے دشمنوں کو اس میدان میں شکست فاش دی۔ اسلئے آپ کی سیرۃ کا وہ جمالی پہلو بھی دیکھنا ضروری تھا جو حضور علیہ السلام کے صحابہ ہر وقت دیکھتے تھے۔ دوسرے یہ کہ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ یہ ضروری تھا کہ آپ کے قدیم صحابہ کی سیرتیں بھی ان کے اپنے آقا کے حالات بیان کرنے سے خود بخود سامنے آجائیں۔ اسلئے یہ سیرۃ المہدی جو آپ نے تین جلدوں میں لکھی اس میں یہ اہتمام کیا کہ ایسے صحابہ اور صحابیات سے روایات درج فرمائیں جن کے عادل و ثقہ ہونے پر کسی قسم کا کوئی شبہ نہ ہو۔ چنانچہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا۔ حضرت مولانا شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ۔ حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ۔ حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوری رضی اللہ عنہ اور اسی درجہ کے دیگر صحابہ سے روایات قلمبند فرمائیں

اور اس کے بعد اصحاب احمد کی سیرتوں کی حفاظت کا خیال جماعت میں پھیلا۔ چنانچہ محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے درویش قادیان کی ہمت قابل صد داد ہے کہ وہ تن تنہا اپنے آپ کو بے انتہا مالی اور دیگر قسم کی مشکلات میں ڈال کر یہ کام کئے جا رہے ہیں۔

شفقت علیٰ خلق اللہ میں کوئی طبقہ ایسا نہ تھا جس کا حضرت قمر الانبیاء کو خیال نہ ہو۔ نو تعلیم یافتہ طبقہ میں آجکل بیماری یہ ہے کہ ان کا ایمان ہستی باری تعالیٰ پر سے اٹھ رہا ہے۔ آپ نے اس کی فکر فرمائی اور "ہمارا خدا" کتاب تحریر فرمائی جو دلائل اور روحانی تجربہ کے امتزاج پر مبنی ایک نہایت یقین پرور کتاب ہے۔ طبقہ نسواں کے لئے اچھی مائیں لکھی۔ جماعتی تربیت کے اصلاح اور روحانیت کے دو زبردست ستون ساری جماعت کے لئے تحریر فرمائے۔ دنیا تک پیغام حق پہنچانے اور سلسلہ کی تاریخ محفوظ کرنے کے لئے تاریخ سلسلہ احمدیہ، تصدیق المسیح، الحجۃ البالغہ اور پھر نہایت ہی جامع و مانع کتاب تبلیغ ہدایت تحریر فرمائی۔ غیر مبائع حضرات کے لئے کلمۃ الفصل لکھی۔ جب مسئلہ نبوت کو مخالفین نے دانستہ و بالارادہ الجھایا اور غلط بیانی اور الزام تراشی میں وہ جھوٹ بولے کہ خود جھوٹ کی بس توبہ کرا دی تو آپ نے ختم نبوت کی حقیقت کتاب تحریر فرمائی جس میں نہایت صاف صاف صورت میں مسئلہ کی اصل حقیقت لوگوں کے سامنے رکھدی۔ انگریزی قرآن کریم کا ترجمہ و تفسیر پر مسلسل آٹھ سال حضرت مولانا شیر علی صاحب اور مکرم و محترم ملک غلام فرید صاحب ایم اے سے مل کر کام کیا۔

جماعت میں غیر مبائعین کے فتنہ کے ابتدائی ایام میں الفضل کی ایڈیٹری آپ کے سپرد تھی دوسرا فتنہ مستریوں کا تھا اور اس وقت بھی جماعت کو تقویٰ اور نیکی اور دانشمندی کی نہایت ٹھنڈی تلقین کرنے والوں میں آپ پیش پیش تھے۔ پھر فتنہ احرار اٹھا اور آپ انتظام احتیاطات کے سرگرم رہنما ہوتے تھے جن سے اس فتنے سے بچنے اور دشمن کی ناکامی کی تدابیر سوچی جاتی تھیں۔ پھر مصری وغیرہم نے ایک فتنہ برپا کیا اور آپ نے اس میں بھی حسب دستور الفضل میں مضامین لکھے اور مناسب تدابیر کیں۔ پھر ۱۹۴۷ء کا زلزلہ عظیم آیا جو سلسلہ احمدیہ کو سر سے پاؤں سے ہلا دینے والا تھا کیونکہ عارضی طور پر اپنی اہم مرکز قادیان دارالامان چھوڑنا پڑا تھا۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے جماعتی انتظامات کے لئے لاہور آ جانے کے بعد حضرت قمر الانبیاء قادیان میں امیر مقرر ہوئے وہ وقت نہایت نازک وقت تھا اور حضرت مرحوم جس توجہ اور انہماک سے ہر چھوٹے سے چھوٹے معاملے کی طرف توجہ فرماتے حیرت ہوتی۔ ایک دن اطلاع ملی کہ آج آپ کی گرفتاری کے احکام صادر ہو چکے ہیں اور پچھلے پہر آپ کو گرفتار کر لیا جائے گا آپ نے ہر قسم کی ہدایات دے دیں۔ مزدوری

اشیاء حوالے کر دیں۔ اور سب تیار ہو کر ظہر و عصر کی نمازیں پڑھیں۔ ان نمازوں میں گریہ و سوز و کرب کا جو عالم تھا وہ بیان نہیں ہو سکتا۔ شام آئی اور گزر گئی اور شام سے پہلے ایک کنوائے آپ کو لاہور پہنچانے کے لئے پہنچ گیا۔ آپ اگلے دن لاہور پہنچ گئے اور ریڈیو پر اعلان ہو گیا تو دلوں پر ایک عجیب راحت طاری تھی۔

آپ لاہور تشریف لے گئے لیکن ہر شخص حق الیقین سے کہہ سکتا ہے کہ گو جسم قادیان سے باہر تھا مگر آپ کی روح کبھی قادیان سے جدا نہیں ہوئی۔ آپ درویشان قادیان کے باپ سے زیادہ پیار کرنے والے باپ تھے ہر رنج و راحت ہر عسر و یسر میں آپ کو ان کی فکر ہوتی۔ ان کی امداد کے جملہ انتظامات آپکے سپرد تھے۔ پاکستان سے قادیان وفود کا بھجوانا ان کے جملہ انتظامات کرنا۔ ان کے جانے آنے کی سواریوں کا انتظام۔ جانے والوں کو پاسپورٹ اور ویزا کی تحریک کرنا پھر تاریخ مقررہ پر لاہور پہنچنا۔ لاہور پہنچ کر خوشی خود آ خبریں دلاکرنا یوں معلوم ہوتا تھا کہ چشم تصور ہر قدم پر آپ کو ساتھ ساتھ لیجا رہی ہے۔

غرض جہاں تک اپنے محبوب بھائی کی غمخواری اور خدمت کا سوال تھا آپ نے اس امر کو اس درجہ مدنظر رکھا کہ کوئی موقعہ جب آپ کوئی قدم اٹھا سکتے تھے آپ نے جانے نہیں دیا۔

الفضل۔ فاروق۔ بدر۔ ریویو آف ریلیجنز الفرقان۔ انصار اللہ۔ خالد۔ مصباح۔ غرض کوئی روزنامہ ہفت روزہ۔ ماہنامہ ایسا نہ تھا جو آپ کے قلم معجز رقم سے مستفیض نہ ہوا ہو۔ جب ان کے خاص نمبر نکلتے ہونا شاید ہی ہوتا کہ آپ کا مضمون اس میں نہ ہوتا۔

تسبیح اور ذکر الٰہی کا کوئی موقع ایسا نہ ہوتا جب آپ خصوصیت سے جماعت کو بیدار نہ فرماتے۔ ہر ماہ رمضان کے شروع ہوتے ہی آپ ایک نہایت لطیف مضمون رقم فرماتے جس میں عبادات کی طرف متوجہ کرتے اور احکام رمضان یاد دلاتے اور ہر بار نئے انداز سے یہ تحریک فرماتے۔ یوم سیرۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم کے موقع پر نہایت لطیف مضمون سیرت پر رقم فرماتے اور اسی طرح روح کے لئے ولولہ دیتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق خاص نمبر نکلتا تو اس میں ضرور آپ نئے انداز سے کوئی نہ کوئی مضمون تحریر فرماتے۔ انصار اللہ اور خدام الاحمدیہ کے لئے کوئی خاص نمبر نکلتا تو اس میں ضرور آپ نئے انداز سے کوئی نہ کوئی مضمون تحریر فرماتے۔ انصار اللہ اور خدام الاحمدیہ کے تمام اہم اجتماعات میں جہاں بھی ہوتے خطاب فرماتے اور پیغام دیتے۔

اس پر بھی دل کی کیفیت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح یہ تھی کہ رب انی بما انزلت

علی من خیر فقیر۔ ایک جلسہ سالانہ پر حضرت مرحوم حسب دستور فرش پر تشریف فرما تھے اور میں قدموں میں بیٹھا تھا۔ ابھی کوئی کارروائی نہ ہو رہی تھی مجھے ایک حوالہ ریڈرز ڈائجسٹ کا جو چند ماہ پہلے میں نے پڑھا تھا یاد آیا میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا وہ حوالہ ایک بہت مشہور ریاضی دان کا تھا جو پرنسٹن یونیورسٹی کا ہے جس میں اس نے یہ لکھا تھا کہ یہ قیاس کہ کائنات از خود برپا ہو گئی ہے ایسا ہی قیاس ہے جیسا کہ کسی پرنٹنگ فیکٹری میں بم گرے اور اس میں سے بم گرنے کے نتیجہ میں ایک مکمل ڈکشنری نکل آئے۔ حضرت نے مجھے ارشاد فرمایا کہ لکھ دو۔ میں نے لکھدیا میں بد خط آدمی ہوں۔ تھوڑے دن بعد مجھے راولپنڈی آپ کا مکتوب گرامی ملا کہ حوالہ کے بعض الفاظ پڑھے نہیں گئے صاف لکھ کر بھیجو میں نے حوالہ ٹائپ کرا کر ارسال خدمت کر دیا تو چند دن بعد نہایت لطیف مضمون الفضل میں اس حوالہ پر آپ نے تحریر فرمایا اور اس میں بدو بادیہ نشینوں کے اقوال سے بھی وہی استدلال کیا گیا تھا جو اس مشہور سائنسدان نے اپنے سارے علم کی دولت کی بنیاد پر کیا تھا۔ حضرت مرحوم نے اس میں اس عاجز کے حوالہ کے ذکر کرنے کا ذکر بھی فرمایا ہوا تھا۔ حالانکہ وہ ایک مشہور رسالہ میں شائع شدہ حوالہ تھا لیکن حضرت کے مدنظر یہ تھا کہ اس عاجز کے نام سے شاید کوئی صاحب دل میرے لئے دعا کر دے اور وہ دعا میرے لئے موجب خیر ہو جائے۔ اس ایک چھوٹے سے واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ خود خیر کو قبول کرنے اور اسے دنیا تک پہنچانے کے لئے کیسا بیقرار دل تھا جو آپ کے پہلو میں تڑپ رہا تھا۔

عید کی قربانیوں کا مسئلہ بعض علماء اور بعض نام نہاد اقتصادیات کے ماہرین نے بری طرح الجھا دیا تھا۔ حضرت مرحوم نے اس پر قلم اٹھایا اور مسئلے کے دینی پہلو کو الہی نصوص بنیادوں پر اٹھایا اور اقتصادی پہلو پر اعداد و شمار کے ساتھ اس انداز سے بحث کی کہ اسلام کا اس بارہ میں صحیح مسلک پوری طرح واضح ہو گیا۔ ہر جماعت میں جتنی بھی تعداد میں یہ ٹریکٹ مرکز سے منگوایا گیا وہ ناکافی ثابت ہوئے اور اس کے زیادہ خریدار عام لوگ ثابت ہوئے۔

ضبط تولید پر آپ نے جب اپنے نوٹ شائع فرمائے تو چونکہ یہ نوٹ بھی ملک کی عام آواز کے خلاف تھے اور انسانوں کی شرح پیدائش اور شرح اموات اور زمین کی اوسط پیداوار سے یہ خطرہ ظاہر کیا جا رہا تھا کہ اگر ضبط تولید پر عمل نہ کیا گیا تو دنیا کا غذائی مسئلہ نہایت نازک صورت اختیار کر جائے گا۔ اسلئے ان نوٹوں کی قبولیت کی امید زیادہ نہ تھی لیکن

حضرت مرحوم نے مسئلے کے روحانی اور اخلاقی پہلو کو ناقابل تردید دلائل سے واضح فرمایا۔ اقتصادی لحاظ سے بھی آپ نے زمینی پیداوار اور اس کے بڑھنے کے امکانات اور صورت کے دیگر امکانات اور جملہ امور پر اس انداز سے بحث فرمائی کہ ایک بہتی ہوئی تیز مخالفت رو کا رخ موڑ دیا۔ حضرت مرحوم کو ان نوٹوں کے متعلق دوسروں کی رائے کا خاص خیال تھا۔ چنانچہ جماعت کے بعض افراد سے خاص طور پر خود ارشاد فرما کر رائے طلب فرمائی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ شخص جو علم و فضل کی دنیا میں کئی فنون میں سند کا مرتبہ رکھتا تھا۔ فروتنی و انکساری خدا کے ہاں اپنی عاجزی کی کیسی گہرائیاں دل میں پیدا کئے ہوئے تھے۔

یہ تو اجتماعی اور جماعتی توجہ تھی جو حضرت مرحوم فرماتے تھے۔ انفرادی طور پر حضرت مرحوم جماعت کے ہر فرد سے ذاتی تعلق رکھتے اور ان کے غموں میں اس طرح ان کے ہو کر شریک ہوتے کہ دل بے اختیار قربان ہو جاتا۔

۱۹۵۶ء کی بات ہے میرا لڑکا تعلیم کے لئے انگلینڈ جا رہا تھا میں اسے لے کر ربوہ حاضر خدمت ہوا۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ کو درد گردہ کی تکلیف ہے۔ اطلاع کرائی گئی تو آپ نے شرف ملاقات بخشا۔ آپ کو دیکھ کر مجھے ندامت ہوئی کہ اس حالت میں تکلیف دی ہے۔ آپ نے گرم پانی کی بوتل گردے کے مقام پر رکھی ہوئی تھی اور چہرہ مبارک پر درد و کرب کے آثار تھے۔ حضرت مرحوم چارپائی پر سرہانے پشت پر رکھے ہوئے بیٹھے تھے۔ چارپائی کے پاس کرسیاں پڑی تھیں میں کرسی پر بیٹھنے لگا تو حضرت مرحوم نے اس عاجز کو بازو سے پکڑ کر اپنے پاس چارپائی پر بٹھا لیا اور عباس سے دریافت حالات کرنا شروع فرمایا۔ مجھے احساس رہا کہ ہمیں جلد واپس جانا چاہیئے حضرت کو تکلیف ہے لیکن آپ نے اپنی تکلیف کی ذرا بھی پرواہ کی اور سب کچھ پوری طرح دریافت فرما لینے کے بعد فرمایا آؤ اب دعا کریں۔ پھر ہاتھ اٹھائے اور لمبی پر سوز و پر درد دعا فرمائی۔ جب دعا ختم فرمائی تو میں نے دیکھا کہ چشمہائے مبارک سے آنسو رواں تھے۔ میرے اور عزیزم محمد عباس کے دلوں پر اس احسان کا جو اثر ہوا وہ الفاظ بیان نہیں کر سکتے۔

زندگی میں بہت مرتبہ اپنی ذاتی حاجات لے کر حاضر ہوا۔ مقامی جماعتی مشکلات لے کر پیش ہوا۔ اور آپ نے پر محبت دستگیری کی اور مصلحانہ رہنمائی فرمائی۔ بعض اوقات اپنی علمی کم مائیگی اور جہالت کی وجہ سے اختلاف بھی کیا اور آپ نے اپنے کریمانہ انداز میں سرزنش فرمائی

(باقی صفحہ پر)

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین چاچڑاں شریف

وفات مسیح علیہ السلام کے قائل تھے

از مکرم عبدالمنان صاحب شاہد مربی سلسلہ احمدیہ [illegible] ضلع مظفر گڑھ

اللہ تعالیٰ سے الہام پا کر سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آج سے ستر سال قبل یہ انکشاف فرمایا تھا کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح وفات پا چکے ہیں۔ اور جس مسیح علیہ السلام کے آنے کی بشارت دی گئی ہے۔ اس سے مراد اس کے مثیل کا آنا ہے اور وہ میں ہوں۔

حضرت اقدسؑ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر قرآن مجید احادیث اور تواریخ سے متعدد ثبوت و شواہد پیش فرمائے۔ حضور نے فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کی علامت یکسر الصلیب نمایاں طور پر بیان فرمائی ہے۔ اس میں یہی اشارہ ہے کہ عیسائیت و صلیبی مذہب زیر ہو جائے گا جبکہ وقت مسیح موعود آئے گا۔ اور اس کی آمد پر حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیبی واقعہ کی حقیقت منکشف ہو جائے گی اور اس عقیدہ کا بطلان واضح ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضور کے اس دعوے کی تائید میں نئے سے نئے انکشافات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ اور دنیا دن بدن وفات مسیح علیہ السلام کی قائل ہو کر اس منجر الی الشرک عقیدہ سے بیزار ہو رہی ہے چنانچہ خواجہ خواجگان قطب دوراں حضرت خواجہ غلام فرید صاحب سجادہ نشین چاچڑاں شریف (جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوے مسیحیت و مہدویت کے مصدق تھے) وفات مسیح علیہ السلام کی حقیقت سے خوب واقف تھے۔ اس موقعہ پر ہم ان کے ملفوظات کی کتاب المقابیس المجالس المعروف اشارات فریدی جلد چہارم سے ایک حوالہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

مقبوس شصتم بوقت زوال بروز پنجشنبہ بتاریخ ۲ ماہ ذیقعدہ سال سیزدہ صد و شانزدہم ہجری المقدس۔ دولت پائے بوس و زیارت حضرت اقدس کہ عبادتے و سعادتے بہتر ازاں نیست دست داد۔

سخن در رفع حضرت عیسیٰ علیہ السلام افتاد۔ یکے از حضار مجلس عرض کرد کہ قبلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام با جسم عنصری مرفوع شدہ اند یا بعد موت عرفی روح او شان مرفوع گردیدہ است حضور فرمودند کہ **ہمچوں دیگر انبیاء و اولیاء مرفوع گشتہ اند۔** بعد ازاں حضور فرمودند کہ نصاریٰ در رجوع و نزول دوبارہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بار دنیا ثانیاً ہرگز قائل نیستند منکر اند چنانچہ من از اکابر نصرانیاں پرسیدہ ام او شاں گفتہ اند کہ ما قائل نیستم از نزول حضرت عیسیٰ روح اللہ از آسمان دریں دار دنیا ثانیاً و آنچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمودہ بودند کہ من باز آیم آمدن او شاں در قیامت خواہد بود ......

...... بعد ازاں فرمودند کہ ایں تعویذی است برائے دفع تپ غب و سنتے سے خود میشود آں اینست کہ ولد عیسیٰ اریا کریا خرج عیسیٰ اریا کریا رفع عیسیٰ اریا کریا بعد ازاں تعویذ ایں چنیں فہم من میآید کہ مراد از ولد عیسیٰ تولد حقیقی حضرت عیسیٰ از بطن عفت حضرت بی بی مریم است و مراد از خرج عیسیٰ از خروج او شاں از قبر است بعد از دفن شدن و مراد از رفع عیسیٰ رفع اطہر او شاں است بر آسمان

(ترجمہ) مقبوس ۶۰ بوقت زوال بروز ۲۰ ماہ ذیقعدہ ۱۳۱۶ھ ہجری المقدس حضرت خواجہ صاحب کی پابوسی اور زیارت کا شرف نصیب ہوا جس سے بہتر کوئی عبادت اور سعادت نہیں۔

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کی مجلس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کے متعلق بات چل پڑی۔ حاضرین مجلس میں سے ایک نے عرض کی کہ جناب قبلہ! حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے جسم عنصری کے ساتھ مرفوع ہوئے ہیں یا طبعی موت کے بعد ان کی روح کا رفع کیا گیا ہے؟

اس سوال کے جواب میں حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ دیگر انبیاء اور اولیاء کی طرح ان (حضرت عیسیٰ) کا رفع ہوا ہے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ عیسائی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رجوع اور نزول اور اس دنیا میں دوسری مرتبہ آنے کے ہرگز قائل نہیں ہیں۔ اور انکاری ہیں۔

چنانچہ میں نے بڑے بڑے عیسائیوں سے پوچھا ہے تو انہوں نے یہی جواب دیا ہے کہ ہم اس بات کے قائل نہیں کہ حضرت عیسیٰ روح اللہ اس دنیا کے گھر میں دوبارہ آسمان سے آئیں اور وہ جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میں پھر آؤں گا۔ وہاں کا آنا قیامت کو ہو گا.....

اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب موصوف نے فرمایا کہ ایک تعویذ ہے جو تپ غب دور کرنے کے لئے لکھا جاتا ہے اور وہ یہ ہے "ولد عیسیٰ اریا کریا خرج عیسیٰ اریا کریا رفع عیسیٰ اریا کریا"۔ اس تعویذ کا مطلب میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ ولد عیسیٰ سے مراد حضرت عیسیٰ کی حضرت بی بی مریم کے پاک بطن سے حقیقی ولادت ہے اور خرج عیسیٰ سے مراد ان کا قبر میں دفن ہونے کے بعد نکلنا ہے اور رفع عیسیٰ سے مراد ان کا پاک ہونے کی صورت میں آسمان کی طرف رفع ہے (جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی ومطھرک من الذین کفروا ناقل) (مقبوس ۶۰ اشارات فریدی جلد چہارم ص ۱۳۲ تا ۱۳۵)

حضرت خواجہ صاحب کا مندرجہ بالا ارشاد وفات مسیح کے بارہ میں بالکل صاف اور واضح ہے کہ ہمچو دیگر انبیاء و اولیاء مرفوع گشتہ اند یعنی دیگر انبیاء و اولیاء کی طرح حضرت عیسیٰ کا بھی رفع ہوا ہے۔ اور یہ امر مسلم ہے کہ تمام انبیاء و اولیاء کا رفع روحانی ہوا ہے۔ اس لئے حضرت خواجہ صاحب حضرت مسیح علیہ السلام کے رفع روحانی کے قائل تھے نہ کہ آسمان کی طرف مادی جسم کے ساتھ اٹھائے جانے کے۔ کیونکہ سوال اس لئے پیدا ہوا تھا کہ اس زمانہ میں مسئلہ وفات و حیات عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جماعت احمدیہ اور دیگر فرقوں میں نمایاں اختلاف ظاہر ہوا تھا۔ اور ہر جگہ اس کا چرچا ہو رہا تھا۔ سوال کرنے والے نے اس اختلاف کو دور کرنے کی خاطر خواجہ صاحب سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی ہوا ہے۔ جس طرح عام مسلمان مانتے ہیں یا موت عرفی یعنی طبعی موت سے ان کا رفع روحانی ہوا ہے جس طرح جماعت احمدیہ کا عقیدہ ہے۔

حضرت خواجہ صاحب نے اس متنازعہ فیہ مسئلہ کا یہ فیصلہ فرمایا "ہمچو دیگر انبیاء و اولیاء مرفوع گشتہ اند" کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دیگر انبیاء و اولیاء کی طرح روحانی رفع ہوا ہے۔ کیونکہ عرف عام میں کل انبیاء اور اولیاء کا روحانی رفع تسلیم کیا جاتا ہے یعنی پاک لوگوں کے جسم پر جب طبعی موت آتی ہے تو روح قبض کی جاتی ہے۔ اور مادی جسم بیکار چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اور روح کو ایک لطیف جسم دیکر اس کا روحانی رفع ہوتا ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور عزت و قرب سے نوازا جاتا ہے جیسا کہ لغت کی کتاب لسان العرب میں ہے کہ فی اسماء اللہ تعالیٰ الرافع ھو الذی یرفع المؤمنین بالاسعاد و اولیاءہ بالتقریب کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام رافع بھی ہے وہ مومنوں کا رفع ان معنوں میں کرتا ہے کہ انہیں سعادت بخشتا ہے اور اپنے دوستوں کو اپنا مقرب بناتا ہے۔ اس لئے حضرت خواجہ صاحب نے "ہمچو دیگر انبیاء و اولیاء مرفوع گشتہ اند" فرما کر حضرت عیسیٰ کا دیگر انبیاء کی طرح رفع روحانی قرار دیا ہے۔

یعنی جس طرح دیگر انبیاء و اولیاء طبعی موت کا مزا چکھ کر خدا تعالیٰ کے مقرب ہوئے اسی طرح حضرت عیسیٰؑ نے بھی طبعی موت پا کر خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیا۔

حضرت خواجہ غلام فرید صاحبؒ نے اپنے فرمان سے یہود نامسعود کے عقیدہ کو بھی باطل قرار دیا یعنی یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر مارے نہیں گئے اور نہ وہ لعنتی ہوئے بلکہ طبعی موت سے وفات پائی اور ان کا روحانی رفع ہوا اور وہ خدا تعالیٰ کے مقرب بن گئے۔

ڈیرہ غازیخاں کی جامع مسجد کے امام و خطیب مولوی غلام جہانیاں صاحب نے اپنے رسالہ "ارشاد فرید الزمان متعلق مرزا قادیان" صفحہ ۳۳-۳۴ میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کا تمام مقبوس ہی جعلی ہے اور حضرت خواجہ صاحبؒ کی وفات مسیح کے بارہ میں یہ رائے کہ "چوں دیگر انبیاء و اولیاء مرفوع گشتہ اند" بالکل الحاقی ہے اور یہ الحاق مولوی رکن الدین صاحب نے اپنی طرف سے کیا ہے تعجب ہے کہ انہوں نے بعد ازاں حضرت خواجہ صاحبؒ کے اس فرمان کو صحیح تسلیم کر کے اس کی عجیب بعید از عقل تاویل کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ چنانچہ مولوی صاحب موصوف رقمطراز ہیں:

"حضور کا عقیدہ مبارک یہی تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسد عنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ چند حاضرین دربار نے حضور قبلہ اقدس کی خدمت میں کیفیت رفع عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق سوال کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس جسم خاکی کے ساتھ کس طرح آسمان پر اٹھائے گئے۔ حضور قبلہ اقدس نے فرمایا کہ انبیاء کا جسم ظاہری طور پر خاکی معلوم ہوتا ہے وگرنہ درحقیقت نوری ہوتا ہے۔ اور روح کی طرح لطیف بلکہ الطف ہو جاتا ہے۔ جس طرح روح کے رفع ہونے میں بوجہ اس کی لطافت کے کسی کو اشتباہ نہیں ہو سکتا ازاں جسم خاکی جب نوری کیفیت میں منتقل ہو کر لطیف ہو جائے تو اس کا رفع ہونا کوئی دشوار امر نہیں اور بوجہ نوری ہو جانے کے لوازمات جسمانی سے بھی مبرا ہو جاتا ہے۔" (ارشاد فرید الزمان متعلق مرزا قادیان صفحہ ۳۳-۳۴)

سب سے پہلے ہم الحاق کے الزام کو رد کرتے ہیں۔ کیونکہ مولوی صاحب مذکور نے پہلے حضرت خواجہ غلام فرید صاحبؒ کے ارشاد "چوں دیگر انبیاء و اولیاء مرفوع گشتہ اند" کو بغیر کسی ثبوت کے الحاق قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ الفاظ اشارات فریدی حصہ چہارم میں کسی احمدی نے درج نہیں کر دیئے۔ بلکہ حضرت خواجہ صاحب موصوف کے تمام ملفوظات ان کے فرزند ارجمند حضرت خواجہ محمد بخش صاحب سجادہ نشین نے اپنی نگرانی میں مولوی رکن الدین صاحب سے قلمبند کروائے تھے۔ اور مولوی رکن الدین صاحب احمدی نہ تھے بلکہ حنفی چشتی تھے۔ اور جن پر کامل اعتماد کرتے ہوئے حضرت خواجہ محمد بخش صاحب نے ان کے لئے یہ قابل فخر الفاظ رقم فرمائے تھے کہ

"برادرم دینی مولانا رکن الدین پر ہار سونگی سلمہ ربہ"

(اشارات فریدی جلد ۱-۲-۳ صفحہ آخری)

اور اشارات فریدی حصہ چہارم جس میں وفات مسیح کے بارہ میں حضرت خواجہ صاحبؒ کی یہ رائے ہے کہ "چوں دیگر انبیاء و اولیاء مرفوع گشتہ اند" حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے نواسہ جناب خواجہ فیض احمد صاحب سجادہ نشین نے حضرت خواجہ صاحب کی وفات سے ستائیس سال کے بعد ۱۳۲۰ھ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی تھی جس کے سر ورق پر مولانا رکن الدین صاحب کے متعلق مندرجہ ذیل الفاظ سے تعارف کرایا گیا ہے۔

"ملفوظات قطب مدار غوث روزگار ... شہنشاہ ملک تفرید و توحید حضرت خواجہ غلام فرید رضی اللہ عنہ کے جمع کردہ خلیفہ بانمکین بادشاہ ملک صدق و یقین حضرت مولانا رکن الدین قدس سرہ" (اشارات فریدی جلد ۴ ٹائٹل پیج)

ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ جناب خواجہ فیض احمد صاحب کو مولوی رکن الدین صاحب کی دیانت پر کوئی شک نہ تھا۔ تبھی انہوں نے بغیر کسی ترمیم و تنسیخ کے حضرت خواجہ غلام فرید صاحبؒ کا بیان فرمودہ عقیدہ وفات مسیحؑ کے بارہ میں بعینہٖ نقل کر دیا۔ کیونکہ وہ جتنے بھی ملفوظات مولانا رکن الدین صاحب نے جمع کئے تھے ان سب کو حضرت خواجہ غلام فرید صاحبؒ کا ارشاد برحق سمجھتے تھے اب کئی سالوں کے بعد حضرت خواجہ صاحبؒ کے ملفوظات میں سے کسی ملفوظ کو بغیر کسی دلیل اور ثبوت کے جعلی و الحاقی قرار دینے سے جہاں تمام ملفوظات کی وقعت و اہمیت کو گرانا ہے وہاں حضرت خواجہ غلام فرید صاحبؒ کے فرزند ارجمند خواجہ محمد بخش صاحب سجادہ نشین کی عزت کو بھی دھبہ لگانا ہے جنہوں نے اپنی آنکھوں کے سامنے جملہ ملفوظات جمع کرائے اسی طرح اس اقدام سے حضرت خواجہ غلام فرید صاحبؒ کے نواسہ خواجہ فیض احمد صاحب سجادہ نشین بھی زیر الزام آتے ہیں جنہوں نے خود اس کتاب کو اپنی نگرانی میں طبع کیا۔ اور ایک وفادار مرید کبھی ایسی افسوسناک جسارت پر آمادہ نہیں ہو سکتا پھر افسوس کی بات یہ ہے کہ ایک طرف تو وفادار جاں نثار مریدی ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے اور دوسری طرف حضرت خواجہ غلام فرید صاحبؒ کی طرف یہ بات غلط طور پر منسوب کی جاتی ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بجسد عنصری آسمان پر اٹھائے جانے کے قائل تھے اور وفات مسیح کے قائل نہ تھے۔ کیا مولوی صاحب مذکور "چوں دیگر انبیاء و اولیاء مرفوع گشتہ اند" سے کل انبیاء و اولیاء کو مع اجسام عنصریہ آسمان پر زندہ اٹھائے جانا اور پھر دوبارہ دنیا میں آسمان سے زرد زرد چادروں میں ملبوس دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے دمشق جدید شام پر اترنا تسلیم کرتے ہیں۔؟

پس جب دیگر انبیاء و اولیاء کے رفع سے ان کا روحانی رفع یعنی تقرب الی اللہ مراد لیا جاتا ہے۔ تو انہی معنوں میں حضرت خواجہ صاحبؒ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مرفوع قرار دیا ہے۔ حضرت عیسیٰ کے لئے کوئی علیحدہ لفظ استعمال نہیں کیا گیا اس لئے حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کی طرف یہ غلط عقیدہ منسوب نہیں کیا جا سکتا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر زندہ مانتے تھے۔ حالانکہ حضرت خواجہ صاحبؒ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمانی کو غلط ثابت کرنے کے لئے عیسائیوں کا یہ عقیدہ بھی بیان فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس دنیا میں دوبارہ نزول کے تو بڑے بڑے عیسائی بھی قائل نہیں۔

ازاں بعد مولوی صاحب مذکور نے حضرت خواجہ صاحبؒ کے قول "چوں دیگر انبیاء و اولیاء مرفوع گشتہ اند" کی بلا ضرورت اور غیر معقول اور بیہودہ تاویل کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اول تو جب قرآن کریم کی تیس آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا بالصراحت ذکر آیا ہے تو اس نص صریح کو چھوڑ کر بے جا تاویل کرنا ہی غلط ہے جب توفیتنی کا لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی مستعمل ہے۔ اس سے ہر شخص حضور کا جسم سمیت زندہ آسمان پر جانا نہیں مانتا بلکہ آپ کا جسم اطہر مدینہ منورہ میں مدفون مانتا ہے (نور اللہ مرقدہ) اسی طرح فلما توفیتنی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی طبعی موت وفات پانے کا اعلان فرمایا ہے۔ (سورۃ مائدہ رکوع آخر) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسم مبارک "سری نگر کشمیر محلہ خانیار میں مدفون ہے" (نور اللہ مرقدہ)

دوسرے مولوی صاحب مذکور کی بیان کردہ تاویل سے تھوڑا سا فہم رکھنے والا شخص آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ ان کی تاویل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء اور اولیاء میں رفع کے لحاظ سے کوئی مابہ الامتیاز بات بیان نہیں کی گئی۔ کیونکہ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خاکی جسم نوری کیفیت میں منتقل ہو کر لطیف ہوا اور آسمان پر زندہ مرفوع ہوا اسی طرح سرور کائنات فخر موجودات سید ولد آدم حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدمؑ حضرت نوحؑ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسیٰؑ حضرت داؤدؑ حضرت یحییٰ علیہ السلام یعنی ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں اور دنیا کے کل اولیاء کے جسم کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ ان کا جسم بھی نوری بن کر لطیف ہوا اور آسمان پر اٹھایا گیا اور لوازمات بشریہ سے مبرا ہوا اور آخر وہ کونسی رکاوٹ تھی جس نے کل انبیاء و اولیاء کو زندہ آسمان پر جانے سے روک دیا اور حضرت عیسیٰؑ کے سامنے وہ رکاوٹ نہ تھی اور وہ زندہ آسمان پر چڑھ گئے اس کا مولوی صاحب نے کہیں ذکر نہیں کیا اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی امتیازی شان میں زندہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے تو دیگر انبیاء و اولیاء کے رفع اور حضرت عیسیٰؑ کے رفع میں کچھ نہ کچھ خصوصیت تو ہونی چاہیئے تھی مگر مولوی صاحب مذکور نے تو کوئی امتیازی خصوصیت بیان نہیں کی جیسے وہ لکھتے ہیں کہ:۔

"انبیاء کا جسم ظاہری طور پر خاکی معلوم ہوتا ہے وگرنہ درحقیقت نوری ہوتا ہے اور روح کی طرح لطیف بلکہ الطف ہو جاتا ہے جس طرح روح کے رفع ہونے میں بوجہ اس کی لطافت کے کسی کو اشتباہ نہیں ہو سکتا۔ ازاں جسم خاکی جب نوری کیفیت میں منتقل ہو کر لطیف ہو جائے تو اس کا رفع ہونا کوئی دشوار امر نہیں اور بوجہ نوری ہو جانے کے لوازمات جسمانی سے بھی مبرا ہو جاتا ہے۔"

مولوی صاحب کی مندرجہ بالا تاویل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کے رفع میں کوئی امتیاز اور فرق بیان نہیں ہوا۔

پھر اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جسم مادی جس میں طول عرض اور عمق پایا جاتا ہے۔ اور ایک جاندار جسم جو ہوا پانی آگ مٹی سے تعمیر ہوا ہے۔ وہ زندہ رہنے کے لئے غذا پانی کپڑے مکان کا محتاج ہے۔ خواہ وہ کتنا ہی لطیف و الطف ہو جائے اپنی حیات کے لئے جب تک وہ زندہ ہے۔ لوازمات (بشری) جسمانی سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی مادی جسم روح بن سکتا ہے۔ اور جسم کے جوہری طاقت میں منتقل ہونے کے بارہ میں یورپین محققین کی رائے مندرجہ ذیل ہے کہ۔

"مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانے کا عقیدہ جوہری طبیعات (nuclear physics) کے پیچیدہ منطقی نتائج سے اتنا مختلف ہے حضرت مسیح کے گوشت اور خون والے جسم کے لئے جو کائنات میں مخفی امداد کے بغیر پرواز کرنا ناممکن تھا۔ یا ان کے جسم کے فوری طور پر غیر مادی (dematerialize) ہو جانے کے نتیجہ میں ایسی جوہری قوت پیدا ہوتی جو سارے یروشلم اور فلسطین کو تباہ کر کے رکھ دیتی اور تاریخ شاہد ہے کہ ایسا واقعہ کبھی نہیں ہوا۔ اب ایک عیسائی کے لئے جو نجات کا متمنی ہے رہ گیا کلیسا حضرت ایک ہی نصیحت جو کر سکتے ہیں کہ وہ کفر اور شبہات سے بچنے کی دعا کرتا رہے۔"

(Jesus in Rome)

یعنی یسوع روما میں

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کے اس مقبوس کے آخر پر تپ غیب دور کرنے والے تعویذ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کا اشارہ ہے جیسے کہ حضرت خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔

"مراد از خروج عیسے از خروج اوشاں از قبر است بعد از دفن شدن"

یعنی تعویذ کا مطلب میری سمجھ میں یہ آیا ہے کہ "خروج عیسے" آیا کرتا میں خروج عیسے سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قبر میں دفن ہونے کے بعد خروج ہے۔"

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر بقول شما حضرت عیسے علیہ السلام کی شکل کے شخص پر کسی یہودی کو بنا کر صلیب دے دیا تھا۔ اور بچت پھر آنحضرت عیسے علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا تھا۔ تو ان کے قبر میں دفن ہونے اور پھر ان کے قبر سے اٹھا لینے کا کیا مطلب؟ بلاشبہ حضرت خواجہ صاحب نے اپنے فرمان

"ہیچ بیچ انبیاء و اولیاء مرفوع گشتہ اند"

کے مطابق حضرت عیسے علیہ السلام کی وفات کو ظاہر کیا ہے۔ کیونکہ حضرت عیسے علیہ السلام کو صلیب پر سے بے ہوشی کی حالت میں زندہ اتار کر ایک قبر نما کوٹھے میں رکھا گیا تھا۔ جیسا کہ آیت کریمہ ما قتلوہ و ما صلبوہ سے ظاہر ہے کہ یہود نہ مسیح کو قتل کر سکے۔ اور نہ صلیب پر مار سکے۔ بلکہ مسیح ان کے لئے شبیہ بالمصلوب والمقتول ہو گئے اور یہود پر صلیب کا واقعہ مشتبہ ہو گیا۔ اس قبر نما کوٹھے میں مسیح کے زخموں کا مرہم عیسے وغیرہ سے علاج کیا گیا۔ اور صحت پا کر اسی قبر نما کوٹھے سے خروج کر کے کشمیر کی طرف ہجرت کر گئے۔ اور عوام الناس نے جو اصل حقیقت سے واقف نہ تھے۔ یہ مشہور کر دیا کہ آپ آسمان پر چڑھ گئے ہیں۔ اور شاگردوں نے بھی اس خیال کی تردید ضروری نہ سمجھی۔ تا کہ یہود دوبارہ انہیں پکڑ کر صلیب نہ دے دیں۔ مگر اصل حقیقت یہ تھی کہ آپ مخفی طور پر ہجرت کر کے کشمیر چلے گئے جہاں بنی اسرائیل آباد تھے۔ (دیکھیں تاریخ اعظمی کشمیر و تاریخ کلیسا صفحہ ۱۵ مصنفہ پادری برکت اللہ ایم۔ اے) اور حضرت مسیح بنی اسرائیل کے ایک حصہ کو گمشدہ بھیڑیں قرار دیا کرتے تھے۔ اور ان کو سچائی کی طرف لانا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ (دیکھیں انجیل یوحنا)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت عیسےٰ کی کشمیر میں ہجرت کے متعلق فرمایا ہے۔

واٰویناھما الیٰ ربوۃ
ذات قرار و معین

یعنے ہم نے حضرت عیسے اور ان کی والدہ کو ایک بلند آرام دہ اور چشموں والی زمین میں پناہ دی۔ اور لفظ اوی سخت دکھ و مصیبت کے وقت پناہ دینے پر بولا جاتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو سب سے بڑی مصیبت واقعہ صلیب کے وقت پیش آئی جس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں نجات دے کر کشمیر امن و آرام راحت و قرار اور چشموں والی جگہ میں پناہ دی اور حدیث شریف میں آتا ہے

اوحی اللہ الی عیسیٰ
ان یا عیسیٰ انتقل
من مکان الی مکان
لئلا تعرف فتوذی

(کنز العمال جلد ۲)

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ اے عیسیٰ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جا تا کہ تو پہچانا نہ جائے اور تجھے کوئی تکلیف نہ دی جائے۔ اور اسی وجہ سے آپ کا نام مسیح رکھا گیا کہ آپ کثرت سے سیاحت کرنے والے تھے۔ بہرحال آپ کشمیر میں بسنے والے اسرائیلیوں کو ہدایت و تربیت دینے کے بعد مطابق حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

"عاش عیسیٰ مائۃ و عشرین سنۃ"

(کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۲۰)

بروایت فاطمۃ الزہراء)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک سو بیس سال عمر پا کر طبعی طور پر وفات پا گئے۔ اور سرینگر کشمیر محلہ خانیار میں مدفون ہوئے۔ آجکل آپ کا مقبرہ مرجع خلائق ہے اور "یوز آسف نبی" کے نام سے مشہور و معروف ہے۔

یہ خدا تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ اس زمانہ کا سر صلیب سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی یہ پیشگوئی اپنی پوری شان سے پوری فرمائی (اور ہر نیا انکشاف اس پیشگوئی کو پورا کرتا ہے)

حضور نے فرمایا:۔

"یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اترے گا۔ ہمارے سب مخالف جواب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰ اب تک آسمان سے نہ اترا تب دانشمند یک دفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑیں گے۔ اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔"

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۵-۶۶)

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

خاکسار

عبدالمنان شاہد مربی سلسلہ احمدیہ
متعلم مسجد احمدیہ بیلہ ضلع مظفر گڑھ

ربوہ کے مالکان سکنی اراضی و مکانات کی خدمت میں

بل نوٹس

مالکان سکنی اراضی و مکانات ربوہ کو بذریعہ نوٹس ہذا مطلع کیا جاتا ہے کہ سال ۶۴-۱۹۶۳ء کیلئے ترقیاتی ٹیکس کی وصولی شروع ہے ۱۵ جنوری ۱۹۶۴ء تک ادائیگی کرنے والوں کو دس فیصدی رعایت دی جائیگی احباب اس رعایت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ٹیکس کی ادائیگی کی طرف فوری توجہ کریں۔

ترقیاتی ٹیکس بحوالہ گورنمنٹ نوٹیفکیشن 7605 / 28.5.63 مکانات اور خالی پلاٹس پر مندرجہ شرح سے واجب الادا ہے۔

(ا) خالی پلاٹس رہائشی:۔ محلہ دارالرحمت دارالصدر اور بیوت الحمد ۸ روپے فی پلاٹ (ایک مرلہ یا ہر زائد مرلہ پر ایک روپیہ فی مرلہ۔

محلہ دارالبرکات	۸	،	،
بقیہ محلہ جات	۶	،	،

(ب) خالی پلاٹس کاتا۔ علاوہ ۳ مرلہ ۱۲/- فی پلاٹ دو مرلہ تک، ہر زائد مرلہ پر دو روپے فی مرلہ

(ج) تعمیر شدہ پلاٹس رہائشی۔ خالی پلاٹس رہائشی کی شرح پر ۲۵ فی صد اضافہ کے ساتھ

(د) تعمیر شدہ پلاٹس کمرشل۔ خالی پلاٹس کمرشل کی شرح پر ۵۰ فیصد اضافہ کے ساتھ۔

اکثر احباب کے ذمہ سال ۶۳-۱۹۶۲ء کا ٹیکس بھی واجب الادا ہے۔ آپ کا فرض ہے کہ ٹاؤن کمیٹی ربوہ کے واجبات فوری طور پر ادا کریں اور ٹاؤن کمیٹی کو اس قابل بنائیں کہ وہ جلد از جلد ترقیاتی سکیموں کو عملی جامہ پہنا سکے اور آپ کو بھی غیر ضروری اخراجات برداشت کرنے پڑیں۔ والسلام چیئرمین ٹاؤن کمیٹی ربوہ

سکھ لٹریچر کے متعلق سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحقیق کے

درست ہونے کے زبردست شواہد

حضرت بابا نانک کے پاؤں سے مکہ معظمہ یا کعبہ گھومنے کا من گھڑت واقعہ

:: از مکرم عباد اللہ صاحب گیانی ::

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "ست بچن" میں گورو نانک جی کے پاؤں کے ساتھ مکہ یا کعبہ گھومنے والی من گھڑت روایت پر تنقید کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ :-

"یہ افتراء کہ گویا مکہ باوا صاحب کے پیروں کی طرف پھرتا تھا۔ نہایت مکروہ افتراء ہے۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیہودہ باتیں اس وقت کتاب میں ملائی گئی ہیں کہ جب باوا نانک صاحب کا حج کرنا بہت مشہور ہو گیا تھا۔" (ست بچن صفحہ)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضور کی اس تحقیق کے درست ہونے کے زبردست شواہد موجود ہیں۔ حال ہی میں خالصہ کالج امرتسر کے محکمہ ریسرچ نے گورو نانک جی کی ایک جنم ساکھی شائع کی ہے۔ جس کے مؤلف سکھوں کے چوتھے گورو رام داس جی کے پوتے سوڈھی مہربان بیان کئے جاتے ہیں۔ اس میں گورو نانک جی کے سفر حج کے حالات بیان کرتے ہوئے اس من گھڑت ساکھی کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ اس جنم ساکھی کے ایڈیٹر پروفیسر کرپال سنگھ جی ایم اے انچارج سکھ ہسٹری ریسرچ ڈیپارٹمنٹ خالصہ کالج امرتسر ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ سوڈھی جی نے مسلمانوں کو خوش کرنے کے لئے یہ واقعہ اپنی جنم ساکھی سے حذف کر دیا ہے۔

اس سلسلہ میں خاکسار نے مکرم پروفیسر صاحب موصوف سے گورمکھی میں جو خط و کتابت کی ہے۔ اس کا اردو ترجمہ ناظرین الفضل کی دلچسپی کے لئے درج ذیل کیا جاتا ہے

(خادم عباد اللہ گیانی)

خاکسار کی پہلی چٹھی کی نقل

ربوہ ضلع جھنگ (پاکستان)
۲۳-۴-۶۳

جناب عالی!

آپ نے جنم ساکھی گورو نانک دیوجی، مصنفہ سوڈھی مہربان جی ایڈٹ کر کے شائع کی ہے یہ آپ کا ایک قابل تعریف کام ہے۔ آپ اس محنت کے عوض میں مبارکباد کے حقدار ہیں آپ نے اس جنم ساکھی کو ایڈٹ کرتے ہوئے بعض ایسی باتیں بھی بیان کی ہیں۔ جو مضحکہ خیز ہیں۔ اور آپ ایسے ودوان کی شان کے خلاف ہیں۔ اس وقت میں صرف ایک بات آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں۔ آپ نے ایک مقام پر بیان کیا ہے کہ:-

"جنم ساکھی بھائی بالا کے بیان کے مطابق ...... گورو نانک جی خانہ کعبہ کی طرف پاؤں کر کے سوئے تھے"

جناب من۔ کیا جنم ساکھی بھائی بالا آپ کے نزدیک مستند کتاب ہے؟ اور اسے دوسری کتب کے لئے معیار قرار دیا جا سکتا ہے۔ اگر آپ کا جواب اثبات میں ہے تو پھر سوڈھی مہربان جی کی مصنفہ جنم ساکھی سے متعلق آپ کے اس بیان کے کیا معنے ہوں گے کہ:-

"یہ ایک پہلی جنم ساکھی ہے جسے ایک بزرگ ہستی نے تالیف کیا ہے اب تک حاصل شدہ جنم ساکھیوں کے لکھنے والوں کا ہمیں کوئی پتہ نہیں ملتا۔ لیکن اس جنم ساکھی کا مؤلف گوروؤں کی نسل میں سے ہے۔ جسے گورو ارجن جی کی صحبت میں رہنے کا فخر حاصل تھا۔ اور گورو نانک جی سے متعلق مروجہ روایات سے بخوبی واقفیت تھی"

(جنم ساکھی صفحہ)

یعنی :-

"مہربان جی کی مؤلفہ جنم ساکھی کا پوراتن جنم ساکھیوں کے سلسلہ میں خاص مقام ہے۔ یہ ایک ابتدائی نوشت ہے جس سے دوسری جنم ساکھیاں متاثر ہوئیں"

(جنم ساکھی صفحہ)

اگر آپ کا جواب نفی میں ہے۔ تو پھر کیا آپ کا ایک "غیر مستند" کتاب کو معیار بنا کر ایک ایسی نوشت کا رد کرنا جسے خود آپ کے نزدیک ہی دوسری تمام جنم ساکھیوں میں خاص مقام حاصل ہے۔ اور جس سے دوسری جنم ساکھیاں متاثر ہوئی ہیں۔ ایک مضحکہ خیز بات نہ ہوگی؟

اس کے علاوہ میں آپ کی خدمت میں یہ بھی عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ آپ کی اس تحریر سے یہ واضح ہوتا ہے۔ کہ جنم ساکھی بھائی بالا سے متعلق آپ کی واقفیت ادھوری اور نامکمل ہے۔ آپ نے محض سنی سنائی باتوں کو ہی مدنظر رکھا ہے۔ جنم ساکھی بھائی بالا کے قدیمی نسخوں میں گورو نانک جی کا کعبہ کی طرف پاؤں کر کے سونا اور پھر اپنے پیروں سے کعبہ یا مکہ شریف کو گھما دینا مرقوم نہیں ہے میرے پاس نصف درجن سے زائد قلمی اور مطبوعہ جنم ساکھیاں ایسی ہیں جن میں یہ "گپوڑا" کہیں بھی درج نہیں کیا گیا۔ اگر آپ کے پاس کوئی قلمی جنم ساکھی ہے تو اسے دیکھنے کی زحمت گوارہ فرمائیں۔ اور پھر نتیجہ سے خاکسار کو بھی مطلع فرما دیں۔ مشکور ہوں گا۔

مجھے اس بات کا بہت افسوس ہے کہ بڑے بڑے عقلمند اور سمجھدار ودوان یہ سوچنے کی کوشش ہی نہیں کرتے کہ گورو نانک جی جیسا مہاپرش صاحب اخلاق اور بلند پایہ انسان مسلمانوں کے قابل احترام کعبہ کی طرف پاؤں پھیلا کر سونے کی بد اخلاقی کا مرتکب ہو سکتا ہے؟ کیا میرے سکھ دوست (معہ آپ کے) کسی مسلمان کا سکھی لباس پہن کر اور دربار صاحب امرت سر جا کر ہرمندر صاحب یا پرکاش کئے گئے۔ گورو گرنتھ صاحب کی طرف پاؤں پھیلا کر سونا برداشت کریں گے؟ اور ایسے مسلمان کو صاحب اخلاق تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوں گے؟ اگر نہیں تو بابا نانک ایسے بزرگ اور عظیم رسیدہ انسان کی طرف کیوں ایسی بات منسوب کی جاتی ہے کہ وہ ایک مسلمان کے لباس میں مکہ شریف گئے اور وہاں جا کر وہ کعبہ کی طرف پاؤں پھیلا کر سو گئے۔ اور پھر انہوں نے اپنے پاؤں کے ساتھ کعبہ یا مکہ کو گھما دیا۔

کیا آپ ایسا ودوان بھی یہ مانتا ہے کہ بابا جی نے اپنے پاؤں کے ساتھ مکہ یا کعبہ کو پھیر دیا تھا۔ جبکہ جنم ساکھیوں کے قدیمی نسخوں میں بھی اس "گپوڑ بازی" کا کوئی نام و نشان نہیں تھا۔ اور سمجھدار ودوان اس من گھڑت قصے کو گورو نانک جی کے اخلاق حسنہ سے بہت بڑی بے انصافی تصور کرتے ہیں۔ اور محض گپوڑا بیان کرتے ہیں۔

کوئی خدمت

(خادم عباد اللہ گیانی)

نقل چٹھی پروفیسر کرپال سنگھ ایم اے

خالصہ کالج امرتسر
۱۲-۵-۶۳

مکرم عباد اللہ صاحب گیانی

آپ کی چٹھی مورخہ ۲۳-۴-۶۳ کا شکریہ گورو نانک دیوجی کی مکہ والی ساکھی کا سب سے پراتن حوالہ بھائی گورداس جی کی پہلی وار میں ملتا ہے۔ اگر آپ کے پاس کسی جنم ساکھی میں اس سے قبل کا کوئی حوالہ ہو تو لکھنے کی مہربانی کریں۔ میں بہت مشکور ہوں گا۔

آپ کا مخلص کرپال سنگھ

خاکسار کی دوسری چٹھی کی نقل

ربوہ ضلع جھنگ (پاکستان)
۱۸-۵-۶۳

جناب عالی۔

آپ کی مرسلہ چٹھی مورخہ ۱۲-۵-۶۳ ملی میں نے آپ کی چٹھی کو متعدد مرتبہ پڑھا۔ لیکن اس میں آپ نے میری کسی بات کا جواب دینے کی مہربانی نہیں کی۔ ازراہ کرم میری چٹھی کو پھر پڑھنے کی تکلیف کریں جو کہ آپ کی خدمت میں جو کچھ عرض کیا تھا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ :-

اول۔ آپ نے سوڈھی مہربان جی کی جنم ساکھی کو جملہ ساکھیوں سے مستند تسلیم کرتے ہوئے اس میں مذکورہ کئی باتوں کا رد کرنے کے لئے جنم ساکھی بھائی بالا کی پناہ لی ہے۔ آپ کے نزدیک جنم ساکھی بھائی بالا کی کیا پوزیشن ہے؟

دوم - جنم ساکھی بھائی بالا کے قدیمی قلمی اور مطبوعہ نسخوں میں مکہ یا کعبہ پھرنے کا کوئی ذکر نہیں - لیکن آپ یہ بیان کرتے ہیں کہ جنم ساکھی بھائی بالا میں گورو نانک جی کا کعبہ کی طرف پاؤں پھیلا کر سونا وغیرہ درج ہے۔

سوم - آپ کے پاس اگر کوئی پرانی جنم ساکھی ہو تو اسے ملاحظہ فرما کر نتیجہ سے خاکسار کو مطلع فرما دیں۔

چہارم - کیا آپ کے نزدیک گورو نانک دیا صاحب اخلاق اور بزرگ ایک مسلمان کے لباس میں مکہ شریف جا کر کعبہ کی طرف پاؤں پھیلا کر سویا تھا؟ اور پھر اپنے پاؤں سے مکہ یا کعبہ کو گھما دیا تھا؟ اور کیا آپ کی ریسرچ کے مطابق یہ باتیں درست ہیں۔

لیکن آپ نے ان میں سے کسی ایک بات کا بھی جواب دینے کی تکلیف نہیں کی۔ آپ ایک مشہور ادارہ کے ریسرچ ڈیپارٹمنٹ کے انچارج اور ریسرچ سکالر ہیں۔ براہ نوازش اپنی ریسرچ کی بناء پر جواب دینے کی مہربانی کریں۔ آپ نے سوڈھی مہربان کی جنم ساکھی کو ایڈٹ کرتے ہوئے جگہ جگہ جنم ساکھی بھائی بالا کے حوالے دئے ہیں۔ اس لئے میرے ایسے شخص آپ سے یہ دریافت کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ آپ کے نزدیک جنم ساکھی بھائی بالا کی کیا پوزیشن ہے؟

آپ واراں بھائی گورداس کو خواہ مخواہ درمیان لے آئے ہیں۔ اس سے تو واضح ہوتا ہے کہ جنم ساکھی بھائی بالا کی طرح ہی واراں بھائی گورداس سے متعلق بھی آپ کی واقفیت نامکمل اور ادھوری ہے۔ جناب من۔ بھائی گورداس جی کی پہلی وار جسے آپ نے بطور ثبوت کے پیش کیا ہے۔ شاید آپ کو علم نہیں کہ آپ کے دوستوں کی تحقیق کے مطابق ہم تک اپنی اصلی حالت میں نہیں پہنچی۔ براہ مہربانی آپ گیانی ہزارہ سنگھ کی مترجم واراں بھائی گورداس کے پہلی وار کے آخری صفحہ پر چھپے ہوئے نوٹ ملاحظہ فرمالیں۔ اور اپنی تسلی کرلیں۔ میں آپ سے یہ دریافت کرنا بھی مناسب خیال کرتا ہوں کہ کیا آپ کے نزدیک اسی کو ریسرچ کہتے ہیں کہ محرف مبدل کتابوں کو تحقیق کا معیار بنایا جائے؟ کیا آپ کا ریسرچ ڈیپارٹمنٹ اسی قسم کی ریسرچ میں مصروف ہے؟

میں آپ کی توجہ ایک ایسی کتاب کی طرف پھیرنا چاہتا ہوں جو واراں بھائی گورداس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اور سکھ دنیا کی مقدس کتاب ہے۔ یعنی گورو گرنتھ صاحب۔ اس میں کسی مقام پر بھی اس "گھوڑے" کو درج نہیں کیا گیا کہ گورو نانک جی ایک مسلمان کے لباس میں عصا ہاتھ میں لئے اور بغل میں قرآن شریف لٹکائے اذانیں دیتے ہوئے مکہ شریف گئے تھے اور وہاں مکہ یا کعبہ کی طرف پاؤں پھیلا کر سوئے تھے۔ اور پھر انہوں نے اپنے پاؤں سے مکہ یا کعبہ پھیر دیا تھا۔ اس کے برعکس اس مقدس کتاب میں دو مقام پر نام دیو جی بھگت کا مندر پھیرنا مرقوم ہے۔ جیسا کہ:

۱۔ جیو پھیریوں نامامرگڑ اچے
بھگت جناں کو دیہرا پھرے
(پھیرواں نامدیو ص ۱۱۶۵)

۲۔ پھیر دیا دیہرا نامے کو
پنڈتن کو پچھواڑ لا
(ملاہ نامدیو ص ۱۲۹۲)

کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ گورو گرنتھ صاحب کے وجود میں آنے تک یہ خیال نہیں اپنایا گیا تھا کہ گورو نانک جی نے مکہ جا کر کعبہ کی طرف پاؤں کئے تھے اور پھر اپنے پاؤں سے مکہ یا کعبہ پھیر دیا تھا۔ غور تو کرو کہ نامدیو کا مندر گھما دینا دو مرتبہ گورو گرنتھ صاحب میں درج کرنے والے سکھ دنیا کے قابل احترام بزرگ گورو ارجن جی نے گورو نانک جی کا اپنے پاؤں کے ساتھ مکہ یا کعبہ پھیرنا کیوں درج نہ کیا۔ گورو ارجن جی کے نزدیک گورو نانک جی نامدیو بھگت سے کہیں بڑھ کر تھے۔

میرے نزدیک تو اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ اس وقت تک ابھی یہ خیال اپنایا نہیں گیا تھا کہ گورو نانک جی نے اپنے پاؤں سے مکہ یا کعبہ گھما دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ گورو ارجن جی نے اس قصہ کو گورو گرنتھ میں درج نہیں کروایا اور سوڈھی مہربان جی نے بھی اسی بناء پر اسے اپنی جنم ساکھی میں جگہ نہیں دی۔ ورنہ جو الزام آپ نے اس سلسلہ میں سوڈھی مہربان پر لگایا ہے (کہ انہوں نے مسلمانوں کو خوش کرنے کے لئے یہ روایت درج نہیں کی) وہی الزام گورو ارجن جی پر عائد ہوگا۔ جنہوں نے نامدیو بھگت کا مندر گھمانا تو گورو گرنتھ صاحب میں دو مرتبہ درج کروا دیا۔ مگر گورو نانک صاحب کا مکہ یا کعبہ کو گھمانا ایک مرتبہ بھی نہ لکھوایا۔

براہ مہربانی میرے پہلے تمام سوالات کا جواب ضرور عنایت فرما دیں۔ وہ سب کے سب اپنی جگہ جوں کے توں قائم ہیں جواب ضرور دیں۔

کوئی خدمت
خادم عباد اللہ گیانی

پروفیسر کرپال سنگھ کی طرف سے جب کافی دیر تک کوئی جواب موصول نہ ہوا تو خاکسار نے ان کی خدمت میں پھر ایک چٹھی یاددہانی کے طور پر ارسال کی جس کی نقل درج ذیل ہے:۔

خاکسار کی تیسری چٹھی کی نقل

ربوہ ضلع جھنگ پاکستان
۱۵-۷-۶۳

جناب عالی۔

خاکسار نے آپ کی مرسلہ چٹھی مورخہ ۱۵/۵ کے جواب میں ایک چٹھی آپ کی خدمت میں مورخہ ۲۳/۵/۶۳ کو بذریعہ رجسٹری ارسال کی تھی۔ جس میں خاکسار نے آپ سے اپنی پہلی چٹھی مورخہ ۲۳-۴ میں لکھی باتوں کا جواب طلب کیا تھا۔ مگر آپ نے ابھی تک ان کا کوئی جواب ارسال نہیں کیا۔ کیا وجہ ہے؟ آپ براہ کرم مہربانی یہ تو بتائیں کہ آپ کی ریسرچ کے مطابق جنم ساکھی بھائی بالا کی کیا پوزیشن ہے؟ اور اس کے قدیمی نسخوں میں گورو نانک جی کا مکہ یا کعبہ کی طرف پاؤں پھیلا کر سونا اور پھر مکہ یا کعبہ کو گھما دینا درج نہیں۔ لیکن آپ نے بڑی تحدی سے فرمایا ہے کہ:۔

"جنم ساکھی بھائی بالا کے بیان کے مطابق . . . .
گورو نانک جی کعبہ کی طرف پاؤں کرکے سوئے تھے۔"
(جنم ساکھی ص ۲۱۴)

مہربانی فرما کر ان باتوں کا کوئی جواب تو دیں کہ جب آپ نے خود ہی سوڈھی مہربان کی جنم ساکھی میں جگہ جگہ بھائی بالا کی جنم ساکھی کا ذکر کیا ہے تو پھر میرے ایسے لوگوں کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ آپ سے یہ سوال کریں کہ ایک طرف تو آپ سوڈھی مہربان کی جنم ساکھی کو دوسری جنم ساکھیوں سے زیادہ مستند تسلیم کرتے ہیں اور دوسری طرف اسکی بیان کردہ باتوں کا رد کرنے کے لئے جنم ساکھی بھائی بالا کی جگہ جگہ بنیاد لے رہے ہیں آپ کے نزدیک جنم ساکھی بھائی بالا کی کیا پوزیشن ہے؟ اس کا جواب میں آپ سے اور آپ کے ریسرچ ڈیپارٹمنٹ سے چاہتا ہوں

آپ نے مجھ سے مکہ گھومنے کی ساکھی سے متعلقہ کوئی پرانا حوالہ طلب کیا تھا۔ اس کے جواب میں خاکسار نے ایک ایسی کتاب کا ذکر کیا تھا۔ جو تمام سکھ دنیا کی قابل احترام اور مقدس کتاب ہے یعنی گورو گرنتھ صاحب جس میں کہ نامدیو بھگت کا مندر کو گھمانا دو جگہ درج ہے (ملاحظہ ہو ص ۱۱۶۵ و ص ۱۲۹۲) لیکن مکہ کے گھومنے کی من گھڑت ساکھی کا کوئی ذکر نہیں اگر بابا جی مکہ شریف جا کر کعبہ کی طرف پاؤں پھیلا کر سوئے تھے اور پھر انہوں نے اپنے پاؤں سے مکہ یا کعبہ گھما دیا تھا۔ تو پھر نامدیو کا مندر گھمانا دو بار گورو گرنتھ صاحب میں درج کروانے والے گورو ارجن جی نے مکہ یا کعبہ کا گھومنا کیوں نہ درج کروا دیا؟ اگر کوئی اور وجہ ہے تو آپ اس پر روشنی ڈال کر مشکور فرما دیں سکھ مذہب سے متعلق دریافت کی جانے والی باتوں کے جوابات دینا تو آپ کے ریسرچ ڈیپارٹمنٹ کا نصب العین ہونا چاہیئے۔

میری باقی باتوں کا جواب دینے کی بھی تکلیف فرما دیں۔

کوئی خدمت
خادم عباد اللہ گیانی

سردار کرپال سنگھ جی ایم اے کا جواب

خالصہ کالج امرتسر
۱۰ ۷/۶۳

جناب عباد اللہ صاحب گیانی

آپ کی دونوں چٹھیاں ملیں

جنم ساکھی سے متعلق میری رائے دریافت کرنے کی آپ کو کوئی ضرورت نہیں تھی۔ میں اپنی رائے جنم ساکھی مہربان کے ابتدائی صفحات ۸۵ اور ۹۷ پر صاف لکھ آیا ہوں۔ کسی شک کی کوئی گنجائش نہیں[1]

آپ کو حاشیوں میں جگہ جگہ بھائی بالا کی جنم ساکھی کے دئے گئے حوالوں سے مغالطہ لگا ہے کہ ہمیں ایڈیٹر اس جنم ساکھی کو بہت اہمیت دے رہا ہے۔ لیکن جنم ساکھیوں اور روایات کا مقابلہ کرنا ایڈیٹر کا فرض ہے۔ اور یہ ضروری نہیں کہ ایڈیٹر بھائی بالا والی ہر ساکھی سے متفق ہو۔

آپ یہ سمجھتے ہیں کہ گورو نانک صاحب کے مکہ گھمانے والی ساکھی بھائی بالا والی جنم ساکھی سے مشہور ہوئی ہے۔ لیکن یہ غلط ہے۔ گورو نانک جی کے مکہ پھیرنے والی ساکھی کا حوالہ بھائی گورداس جی کی پہلی وار میں ملتا ہے اور یہ ایک پورا حوالہ ہے۔ بھائی گورداس جی کی تصانیف کے متعلق یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ وہ تمام اور کل شکل میں ہمیں دستیاب نہیں ہو سکیں۔ تاہم ان کی پہلی وار پر کسی کو کوئی شک نہیں ہے آپ کا یہ خیال کرنا کہ نامدیو جی کے بیان سے مکہ کی ساکھی بنائی گئی ہے۔ غلط معلوم ہوتا ہے۔ بھائی گورداس جی کی پہلی وار کے متعدد تراجم اس بات کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور بھائی گورداس جی کا نام دیو

---

[1] جنم ساکھی مہربان کے ص ۸۵ اور ص ۹۷ پر سردار صاحب موصوف نے جنم ساکھی بھائی بالا سے جو کچھ بیان کیا ہے اس کا خلاصہ یہی ہے کہ بھائی بالا ایک فرضی وجود ہے اور جنم ساکھی بھائی بالا ایک غیر مستند کتاب ہے (عباد اللہ گیانی)

سے متاثر ہو کر وار بیان کرنا ہی ثابت نہیں ہوتا
یہ درست ہے کہ بابا مہربان جی نے مکہ
گھومنے والی ساکھی کو اور شکل میں پیش کیا ہے
لیکن آپ بھگت نام دیو جی کے بیان کو سہارا
بنا کر ایک تاریخی سچائی کو جھٹلانے کی بے فائدہ کوشش
کر رہے ہیں۔

آپ کا مخلص کرپال سنگھ

خاکسار کی چٹھی کی نقل

ربوہ ضلع جھنگ (پاکستان)
۱۲-۷-۶۳

جناب عالی -
آپ کی چٹھی مورخہ ۱۰-۴-۶۳ ملی۔ یہ آپ نے
خاکسار کی دو چٹھیوں مورخہ ۸-۳-۶۳ اور ۱۵-۳-۶۳
کے جواب میں تحریر فرمائی ہے۔ میں آپ کا
ممنون ہوں کہ آپ نے جواب دینے کی مہربانی
کی۔ خواہ کافی دیر کے بعد ہی
جنم ساکھی بھائی بالا سے متعلق آپ کی
رائے کی وضاحت خاکسار نے اس لئے چاہی تھی
کہ ایک طرف تو آپ سوڈھی مہربان کی جنم ساکھی
کو دوسری تمام جنم ساکھیوں سے زیادہ مستند
تسلیم کرتے ہیں۔ اور آپ کی یہ رائے بھی ہے کہ مہربان
جی گورو نانک جی سے متعلقہ مروجہ روایات سے
بخوبی واقف تھے۔ اور دوسری طرف اس میں درج
شدہ باتوں کا رد کرنے کے لئے آپ اس جنم ساکھی
بھائی بالا کے حوالے جگہ جگہ دے رہے ہیں۔ جو
آپ کے نزدیک ایک فرضی وجود کی طرف منسوب
ہے۔ میرے نزدیک تو یہ ریسرچ سے مذاق ہے کہ
ایک مستند کتاب کا رد ایک غیر مستند کتاب کے
حوالوں سے کیا جائے
آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ:-

"یہ ضروری نہیں کہ ایڈیٹر
بھائی بالا والی ہر ساکھی سے
متفق ہو"

اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ نوٹ آپ نے
حاشیوں پر درج کئے ہیں۔ ان میں ایسی باتوں
کا بھی امکان ہے۔ جن سے کہ آپ خود بھی متفق
نہیں کیا آپ بطور نمونہ کے ایک دو ایسی باتیں بیان
کرنے کی تکلیف فرما سکتے ہیں کہ جن سے آپ خود
بھی متفق نہیں۔ مگر پھر بھی آپ نے انہیں مہربان
کی بیان کردہ باتوں کا رد کرنے کے لئے حاشیوں
میں درج کر دیا ہے۔
آپ نے میرے متعلق یہ لکھا ہے کہ:-

"آپ یہ سمجھتے ہیں کہ گورو
نانک صاحب کے مکہ گھمانے والی
ساکھی بھائی بالا والی جنم ساکھی
سے مشہور ہوئی ہے"

معلوم نہیں کہ آپ نے میرے کس فقرہ سے
یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔ میں نے تو جو کچھ لکھا ہے۔
اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جنم ساکھیوں کے قدیمی
قلمی نسخوں اور ۱۸۷۱ء کے طبع شدہ نسخہ
میں یہ "گھوڑا" کہیں بھی درج نہیں۔ بعد کی جنم
ساکھیوں میں شامل کیا گیا ہے۔ اور آپ اس سے
یہ نتیجہ اخذ کر رہے ہیں کہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ
مکہ گھمانے والی ساکھی بھائی بالا والی جنم ساکھی
سے مشہور ہوئی ہے۔
حقیقت تو یہ ہے کہ جنم ساکھی بھائی بالا کے
شاید ہی کسی نسخہ میں یہ صاف مذکور ہو کہ:-

"گورو نانک جی نے اپنے پاؤں
کے ساتھ مکہ پھیر دیا تھا"

اگر آپ کے پاس کوئی ایسی جنم ساکھی ہے تو
ضرور بتلا دیں۔ لیکن اپنی اسبارہ کو ضرور مد نظر رکھ
لیں کہ:-

"بھائی بالے والی جنم ساکھی
...... میں گورو نانک جی
کے مکہ پھیرنے کا صاف ذکر موجود
ہے"

جناب من! میں پورے وثوق سے یہ عرض کرتا
ہوں کہ آپ نے یہ بات جنم ساکھی بھائی بالا کے درشن
دیدار کئے بغیر ہی تحریر کی ہے۔ آپ اب بھی پڑتال
کر کے تسلی کر سکتے ہیں۔ جنم ساکھی بھائی بالا کے بعد
کے ایڈیشنوں میں بھی اسبارہ میں بہت گڑبڑ ہے
کسی ایڈیشن میں بھی مکہ کا گھومنا صاف الفاظ میں
درج نہیں ملتا۔
جناب عالی! آپ کو شاید یاد نہیں رہا کہ
آپ نے خود ہی اسبارہ میں اپنے حاشیوں
میں جنم ساکھی بھائی بالا کو مقدم کیا ہے۔ اور
والاں وغیرہ کو دوسرے نمبر پر رکھا ہے۔ ملاحظہ
ہو جنم ساکھی سوڈھی مہربان صفحہ ۹۱
لیکن اتنا مجھے کہہ رہے ہیں کہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ
جنم ساکھی بھائی بالا سے یہ ساکھی مشہور ہوئی
ہے میں تو یہ ثابت کر رہا ہوں کہ جنم ساکھی بھائی
بالا میں یہ "گھوڑا" درج ہی نہیں۔
آپ نے بھائی گورداس کی پہلی وار
سے متعلق بڑے دھڑلے سے یہ بیان کیا
ہے کہ:-

"بھائی گورداس جی کی تصانیف
سے متعلق یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ
وہ تمام اور مکمل شکل میں ہمیں
دستیاب نہیں ہو سکیں تاہم
ان کی پہلی وار پر کسی کو کوئی
شک نہیں ہے"

آپ کا یہ بیان بھی کسی ریسرچ پر مبنی
نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت کے سراسر خلاف ہے

٭ یاد رہے کہ سوڈھی مہربان جی نے اپنی جنم ساکھی میں
بابا نانک جی کا کعبہ یا مکہ کی طرف پاؤں پھیلا کر
سونا اور پھر اپنے پاؤں سے مکہ یا کعبہ کے گھومنے
کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ (عباد اللہ گیانی)

آپ بھائی گورداس کی پہلی وار کی ۹ویں پوڑی کو ایک مرتبہ پڑھنے کی تکلیف فرمادیں۔ اور پھر بتائیں کہ اس وار سے متعلق کسی کو شک ہے یا نہیں۔ اگر آپ کی لائبریری میں گیانی ہزارہ سنگھ جی کی مترجم واراں ہیں۔ تو اس میں درج شدہ یہ سطریں ضرور ملاحظہ فرمائیں کہ:۔

"پنڈت کرتار سنگھ جی واکھا اس (پہلی وار کی اس) پوڑی کو بھائی گورداس جی کی تصنیف تسلیم نہیں کرتے۔"

(واراں بھائی گورداس مترجم ص۳۱)

اب فرمائیے کہ واراں بھائی گورداس کی پہلی وار پر کسی کو کوئی شک ہے کہ نہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتانے کی مہربانی کریں کہ آپ کی ریسرچ کے مطابق پہلی وار کی آخری پوڑی میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ بھائی گورداس جی کا بیان کردہ ہے؟ اور گورمت کے مطابق ہے؟ اگر جناب خیال کریں تو کوئی دارج مادن جی کی تصنیف "گوردوانی گوردوا" کی طرف بھی ایک نظر ڈال لیں۔ اس سے آپ کو کافی مدد مل جائے گی یہ بھائی گورداس جی کی تصانیف سے متعلق ایک جدید تحقیق ہے۔ آپ نے اپنی چٹھی کے آخر میں یہ بیان کیا ہے کہ:۔

"آپ بھگت نام دیو کے بیان کو سچا دکھا کر ایک تاریخی سچائی کو جھٹلانے کی بے فائدہ کوشش کر رہے ہیں۔"

جناب من میں نے تو نام دیو کے بیان سے یہ سمجھا تھا کہ گورو ارجن جی مہاراج نے نام دیو کا مندر کو گھمانا تو گورو گرنتھ صاحب میں دو مرتبہ درج کر دیا۔ مگر گورو نانک جی مہاراج کا مکہ پھیرنا ایک مرتبہ بھی نہ لکھوایا وہ بھی تب لکھا جبکہ آپ نے خود بھائی گورداس جی سے قبل کے کسی حوالہ کا مطالبہ کیا۔ میں پھر آپ سے یہ عرض کرتا ہوں کہ آپ بتائیں کہ گورو ارجن جی نے آپ کی اس "تاریخی سچائی" کو کیوں گورو گرنتھ صاحب میں درج نہ کر دیا؟ آخر اس کی کوئی وجہ تو بتائیں۔

میرے نزدیک تو اس کا اصل سبب یہ ہے کہ ان دنوں ابھی یہ من گھڑت ساکھی مشہور نہیں ہوئی تھی۔ اگر یہ ایک "تاریخی سچائی" ہوتی تو گورو ارجن جی اسے ضرور گورو گرنتھ صاحب میں درج کر دیتے۔ جبکہ انہوں نے نام دیو جی کا مندر کو گھمانا دو مرتبہ گورو گرنتھ صاحب میں درج کر دیا تھا۔ کیا گورو ارجن جی کا آپ کی اس "تاریخی سچائی" کو گرنتھ صاحب سے باہر رکھنا آپ کے نزدیک پسندیدہ بات ہے؟ کیا اس طرح گورو صاحب پر وہ الزام عائد نہیں ہوگا جو آپ نے اشارہ میں سودھی مہربان پر لگایا ہے۔[1] اگر اس کی کوئی اور وجہ ہے تو بیان کریں۔

آپ نے بار بار واراں بھائی گورداس کی پہلی وار کا ذکر کیا ہے۔ میرے نزدیک تو بھائی جی کی تصانیف اپنی اصل حالت میں ہم تک نہیں پہنچیں۔ متعدد سکھ ودوان بھی خاکسار کی اس رائے سے متفق ہیں۔ (ملاحظہ ہو واراں بھائی گورداس شائع کردہ پنجر خالصہ سماچار امرتسر ۱۹۳۰ء۔ گوردوار سے درشن ص۲۹۔ گورداس درشن ص۲ و ص۱۵۲۔ گورو بنساولی ص۱۱ و ص۱۹۔ ستگورو بناں ہور کچی ہے بانی ص۲۳۔ اور پنجابی ساہت دا اتہاس ص۷۵ وغیرہ۔

آئیے۔ اب غور کریں کہ پہلی وار میں مکہ پھیرنے کی ساکھی کیونکر بیان کی گئی ہے۔ آپ کے خیال کے مطابق بھائی گورداس جی فرماتے ہیں کہ:۔

بابا پھیر مکے گیا نیل بستر دھارے بنواری
عصا ہتھ کتاب کچھ کوزہ بانگ مصلیٰ دھاری
بیٹھا جائے مسیت وچ جتھے حاجی حج گذاری
جاں بابا ستا رات نوں ول محرابے پائے پساری
جیوں ماری لت دی کیہڑا ستا کفر کفاری
لتاں ول خدائے دے کیوں کر پیا ہو بجگاری
ٹنگوں پکڑ گھسیٹیا پھریا مکہ کلا دکھاری
ہوئے حیران کرین جوہاری ۳۲

جناب من اس مندرجہ بالا پوڑی کو ایک مرتبہ پھر پڑھیں۔ یہی وہ پوڑی ہے جس میں آپ کی ریسرچ کے مطابق "تاریخی سچائی" مذکور ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ گورو نانک جی ایک مسلمان کے لباس میں اذانیں دیتے ہوئے مکہ کی طرف گئے تھے (یہ تو درست ہے) گویا کہ آپ نے اس مسجد میں ڈیرہ ڈال دیا تھا جہاں کہ حاجی لوگ حج گذارتے ہیں۔ حج کی جگہ مسجد نہیں وہ تو ایک بہت وسیع میدان ہے جہاں لاکھوں کی تعداد میں حاجی جمع ہوتے ہیں اور اس کا نام "عرفات" ہے۔ اور وہ مکہ شہر سے نو کوس دور ہے۔ (تواریخ گورو خالصہ ص۲۹۹ و نانک [illegible] ص۳۱۹) بابا جی رات کو وہاں "محراب" کی طرف پاؤں کرکے سو گئے تھے۔ ایک وسیع میدان میں محراب کیا؟ کیا بھائی گورداس ایسے مشہور ودوان کو اتنا بھی علم نہ تھا کہ مسلمان حج کسی مسجد میں نہیں بلکہ ایک کھلے میدان میں ادا کیا کرتے ہیں۔

---

[1] یاد رہے کہ سردار صاحب موصوف نے سودھی مہربان پر یہ الزام دیا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو خوش کرنے کی غرض سے اپنی جنم ساکھی میں مکہ یا کعبہ کے گھومنے کا کوئی ذکر نہیں کیا (جنم ساکھی ص۱۹۹ و ص۲۰۰)

سردیاں ملاں جیون جی مہاراج نے جب باباجی
کو محراب کی طرف پاؤں کر کے سوئے دیکھا
تو غصہ سے کہا کہ یہ کون کافر ہے۔ جو خداتعالیٰ
کی طرف پاؤں پھیلا کر سو رہا ہے۔ گویا کہ
شری میاں ملاں جیون جی مہاراج کے نزدیک
وہ محراب جس کی طرف گورو جی پاؤں کر کے سوئے
تھے خداتعالیٰ تھا۔ اس نے گورو جی کے پاؤں
گھسیٹ کر دوسری طرف کر دیے ساتھ
ہی مکہ شریف (جو ایک بہت بڑا شہر ہے)
گھوم گیا۔ گورو جی سوئے تو مسجد میں پہلی
(پتہ نہیں دیا کہ کونسی مسجد میں) پاؤں انہوں
نے محراب کی طرف کئے ہیں۔ اور گھوم گیا
مکہ شہر۔ کیا کہنے اس تاریخی سچائی کے۔
شاید اسی نقص کو محسوس کرتے ہوئے
گیان رتناولی میں۔ مکہ گھومنے کے معنے
مکہ کا محراب گھومنا، بیان کئے گئے ہیں۔
(ملاحظہ ہو گیان رتناولی صفحہ ۲۵۵) مکہ کے
محراب گھومنے کے کیا معنے؟ یہ آپ جانے
یا آپ کی تحقیق۔ محراب تو عام مساجد میں ہوتا
ہے۔ مکہ تو ایک شہر ہے۔ شہر کا محراب
بھلا کیا معنے رکھتا ہے؟
اگر یہ کہا جائے کہ مسیت دراصل
مذکورہ مسجد سے مراد ہم مسلمانوں کا قابل
احترام کعبہ ہے۔ جسے ہم مسجد الحرام بھی
کہتے ہیں۔ تو پھر آپ کو علم ہونا چاہئے۔ کہ
کعبہ میں عام مساجد کی طرح کا کوئی محراب
نہیں ہے۔ کیونکہ کعبہ کی چار دیواری کے
اندر تو چاروں طرف ہی کعبہ ہے گورو جی
نے وہاں کس محراب کی طرف پاؤں کئے تھے
یہ تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ کسی تحریف کرنے
والے نے اپنے گاؤں یا شہر کی کوئی مسجد
دیکھی ہے۔ اور فرض کر لیا ہے کہ کعبہ میں
بھی اسی طرح کا محراب ہوگا۔ اور وہاں محراب
پاؤں پر رکھ "وضع کر کے پھر یا مکہ
کلا دکھا دی"۔ کا گپوڑا اٹھائی گوروداس
ایسے دوستوں کے سر تھوپ دیا۔ اور آپ
بغیر سوچے سمجھے اسے "تاریخی سچائی" بتلا
کر رہے ہیں۔ اگر آپ کے ریسرچ ڈپارٹمنٹ
نے اسی قسم کی تاریخی سچائیاں لوگوں کے
سامنے پیش کیں تو تمام دنیا کی لغات میں
"گھوڑے" کے معنے تبدیل کرنے پڑیں گے
"والغرض اگر گورو نانک جی حج کے میدان
میں سوئے تھے تو وہ مکہ سے نو کوس
دور ہے۔ اور وہاں محراب کیسا؟ محراب
تو عام مساجد میں ہوتا ہے۔ اور وہاں
سے نو کوس سے مکہ کو پھرنے کا تو مطلب
کا مطلب ہوگا۔ اور اتنے بڑے سرکل کی زمین
کا اپنے دوسرے حصہ سے کٹ کر بغیر قدرتی دور
پر گھوم جاتا تو ایک خوفناک بھونچال ہو
سکتا ہے۔ اس خوفناک بھونچال کو تمام
دنیا کی تاریخ میں نمایاں جگہ ملنی چاہئے تھی
کم از کم عرب کے لوگ تو اس واقعہ کو ضرور
ہو سکتے لیکن اس کا ذکر اسی سکھ لٹریچر میں
ہے۔ جو کئی ہیٹی اور رد و بدل کی کئی منزلیں
طے کر کے ہم تک پہنچا ہے اور وہ بھی بہت
ہی مضحکہ خیز ہو گئیں ہیں۔ اگر باباجی کعبہ
کی چار دیواری کے اندر سوئے تھے۔ تو
وہاں بھی محراب کوئی نہیں ہے۔ اور پھر دل
محراب یعنی "پاؤں پساری" تو خاص کر بھی
ثابت ہوگا۔ اور "سنگول پکڑ گھسیٹیا پھیر
مکہ کلا دکھادی" تو بالکل بے جوڑ ہوگا۔ آپکے
ایک مشہور و معروف نے ایک مرتبہ یہ لکھا تھا
کہ ان کے پاس "اسیجی دادا والی" ہے۔ جس میں
گورو نانک جی کے پاؤں سے کعبہ پھرنے کی
تصدیق کی گئی ہے (ملاحظہ ہو سیوک اوقسر
۲۵ دسمبر ۱۹۳۶ء) اس سے بھی یہ ثابت ہے
کہ اس پوتھی میں رد و بدل کئے گئے ہیں کسی
ایڈیشن میں "مکہ گھومنا" اور کسی میں "کعبہ
گھومنا" درج ہے۔

یہاں میں یہ بھی مناسب خیال کرتا ہوں
کہ آپ کی اس تاریخی "سچائی" کے بارہ میں
بعض سکھ دوستوں کی آراء بھی نقل کر دوں
تاکہ اس "تاریخی سچائی" کا "گپوڑا" ہونا
اور بھی واضح ہو جائے۔

(۱) جناب سردار تیجا سنگھ جی ریٹائرڈ
پوسٹ ماسٹر جنرل آپ کی اس تاریخی سچائی
سے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ:
"مکہ پھرنے والی کہانی
شروع سے ہی جھوٹی ہے ......
...... پس یہ کہنا کہ
ہے کہ مکہ کی گورنمنٹ نے
نے نام دیو کی کہانی مرتب کی
اپنی بے سمجھی سے ایک بے جوڑ
قصہ بنا کر گھڑ دیا"
(پنجابی ساہت۔ اپریل ۱۹۵۷ء)

(۲) شری مان سردار گوربخش سنگھ
جی بی اے ایس سی ایڈیٹر پریت لڑی
نے لکھا ہے کہ:
"میں نادر ہونے کا حق
رکھتا ہوں کہ یہ روایت مشہور
کرنے والوں نے باباجی کے ساتھ
انصاف نہیں کیا ......
گورو نانک جی مکہ گئی تھی فقط
رکھتے تھے کہ نہیں یہ سوال میں
کسی سے نہیں کرتا۔ البتہ میرا یقین
ہے کہ گورو نانک جی کو اس کی قدرت
حاصل بھی ہوتی تو پھر بھی وہ
...... کروڑوں مسلمانوں کی
دل آزاری نہ کرتے"
(پریت لڑی ستمبر ۱۹۶۳ء)

(ب) زمین کے کسی حصہ کا اپنی حدود
سے الگ ہو کر بغیر قدرتی دور کے
گھوم جانا میں محال سمجھتا ہوں
میں اس ساکھی کو گورو نانک جی کی

بزرگی کے خلاف سمجھتا ہوں۔

(پریت لڑی مارچ ۱۹۵۳ء)

۳۔ مشہور ناول نویس سردار نانک سنگھ جی لکھتے ہیں کہ:-

"ایک کرامت مکہ شریف کے متعلق گورو نانک جی کے نام کے ساتھ منسوب کی جاتی ہے میرا یقین ہے نہ کبھی مکے کے بُرج سرک سکتے ہیں۔ اور نہ کوئی عمارت ہی گھوم سکتی ہے۔ یہ سب عقیدت مندوں کی اندھی تقلید کے نتیجہ میں وضع کی گئی باتیں ہیں .... موجودہ سائنٹفک دور میں ایسی باتوں پر یقین کرنا اپنی تاریخ کے درجہ کو کم کرنیوالی بات ہے۔"

(لوک ساہت جنوری ۱۹۵۱ء)

۴۔ سردار دیوان سنگھ جی مفتون نے اس من گھڑت ساکھی سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا ہے کہ:-

"سکھ تاریخ میں ...... بعض ایسی گپوڑ بازی کی گئی ہے جس پر کوئی عقلمند یقین کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا"

گورو نانک جی ...... عرب گئے اور وہاں پر آپ کی کرامت سے کعبہ کا رُخ پھر گیا۔

(ریاست دہلی ۲۳ جولائی ۱۹۴۵ء)

۵۔ گیانی برہم سنگھ جی نیر نرودی فرماتے ہیں کہ:-

"بعض لوگ اس بات کو خاص کرامت سے مکہ (کعبہ) کے منہ کا پھر جانا تسلیم کرتے ہیں۔ اس طرح ماننے سے گورو نانک جی کے مہا پرش ...... پر پانی پھیرنا ہے ...... دلیل سے بھی مکہ پھرنا ثابت نہیں" [illegible]

(خالصہ پارلیمنٹ گزٹ اگست ۱۹۵۲ء)

میں نے یہاں صرف پانچ ودوانوں کی آراء اس لئے نقل کی ہیں کہ صاحب گورو گوبند سنگھ جی مہاراج کا فرمان ہے کہ:-

"پنچوں میں نت ورتت ہیں پہل
پنچ میں سو پیرن پیر"
(گورپرتاپ سورج رت ۵ انسو ۴۱)

(یعنی جہاں پانچ جمع ہو جائیں ان میں میں ہوں گا۔ جب پانچ مل جائیں تو وہ پیروں کے پیر ہوتے ہیں)

آخر میں میں پھر عرض کرتا ہوں کہ آپ یہ تو بتائیں کہ گورو ارجن جی مہاراج نے آپ کی اس تاریخی سچائی کو گورو گرنتھ صاحب سے باہر کیوں رکھا؟ جب کہ انہوں نے نام دیو کا مندر گھمانا وہ مرتبہ درج کر دیا ہے۔ میرا خیال تو یہ ہے کہ ان دنوں ابھی یہ ساکھی وجود میں نہیں آئی تھی اور اگر آ گئی تھی تو گورو ارجن جی نے اسے ایک گپ سے زیادہ کچھ نہیں سمجھا۔ تبھی انہوں نے اسے گورو گرنتھ صاحب میں درج کروانے سے گریز کیا۔ آپ اسے ایک تاریخی سچائی تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن آپ کی یہ تاریخی سچائی گورو گرنتھ صاحب سے باہر کیوں رہ گئی؟ اس پر ضرور روشنی ڈالیں۔

ضروری نوٹ:- بھائی گورداس جی کی پہلی وار میں یہ بھی مرقوم ہے کہ:-

"دھری نشانی کوس دی مکے اندر پوج کرائی"

(وار پہلی پوڑی نمبر ۳۳)

گیان رتناولی میں اس کی تشریح یوں کی گئی ہے کہ:-

"بابا جی نے اپنی کوس (کفش۔ پاؤں کی جوتی) مکے کے اندر نشانی رکھی۔ اور سب حاجیوں سے اپنی کوس (کفش۔ پاؤں کی جوتی) کی پوجا کروائی"

(گیان رتناولی صفحہ ۲۶۱)

میں آپ سے یہ دریافت کرنے کا حق رکھتا ہوں کہ گورو نانک جی ایسا خدا رسیدہ اور توحید پرست انسان ایسی مکروہ حرکت کر سکتا ہے کہ لوگوں کو خدا تعالیٰ کی پرستش کی تلقین کرنے کی بجائے ان سے اپنی جوتی کی پوجا کروائے۔ اور کیا بھائی گورداس ایسا سکھ مذہب کا ودوان ایسی مکروہ اور سکھ مذہب کے خلاف بات گورو نانک جی کے سر تھوپ سکتا تھا کہ انہوں نے مکہ کے لوگوں سے اپنی یا اپنی جوتی کی پوجا کروائی؟ یہ تو صاف نظر آتا ہے کہ کسی تنگدل، متعصب اور پکش پاتی تحریف کرنے والے نے اپنی طرف سے یہ بات مسلمانوں کو نیچا دکھانے کے خیال سے وضع کی ہے۔ لیکن اسے شرو کھ بدھی ان کو موقعہ میں یہ خیال نہیں رہا کہ اس طرح وہ گورو نانک جی ایسے مہان بزرگ کی عزت پر بھی حملہ کر رہے ہیں کہ انہوں نے توحید کا پیغام دینے کی بجائے اپنی یا اپنی جوتی کی پوجا کروائی تھی۔ آپ براہ مہربانی یہ بھی فرمائیں کہ آپ کے خیال اور وشواس کے مطابق گورو نانک جی یا ان کی جوتی کی پوجا سکھ مذہب کے مطابق درست ہے۔ کیا گورو نانک جی عمر بھر بھی توحید پھیلاتے رہے۔ سمجھئے، سوچئے اور ٹھنڈے دل سے سوچئے کیا اس کی موجودگی میں بھی آپ کی دریافت کا یہی نتیجہ ہے کہ بھائی گورداس کی پہلی وار میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی۔ اور اس میں کوئی بات سکھ مذہب کے خلاف درج نہیں؟

کوئی خدمت۔ خادم عباد اللہ گیانی

کافی انتظار کرنے کے بعد جب مکرم پروفیسر کرپال سنگھ جی ایم اے انچارج سکھ ہسٹری ریسرچ ڈیپارٹمنٹ خالصہ کالج امرتسر نے خاکسار کی اس چٹھی کا جواب نہ دیا تو ان کی خدمت میں خاکسار نے مندرجہ ذیل چٹھی ارسال کی:۔

نقل چٹھی خاکسار

ربوہ ضلع جھنگ
(پاکستان)
۱۶-۹-۶۳

جناب من۔
آج دو مہینے سے زیادہ عرصہ گذر رہا ہے۔ جب کہ خاکسار نے آپ کی خدمت میں ایک رجسٹری چٹھی ارسال کی تھی۔ اور آپ سے دریافت کیا تھا کہ آپ کے نزدیک جنم ساکھی بھائی بالا کی کیا پوزیشن ہے۔ مگر آپ نے تاحال کوئی جواب نہیں دیا۔

اس کے ساتھ ہی خاکسار نے اس چٹھی میں اور اس سے قبل کی چٹھیوں میں آپ سے گورو نانک جی کے پیروں کے ساتھ مکہ یا کعبہ گھومنے والی ساکھی سے متعلق بھی پوچھا تھا کہ آپ کی تحقیق اور ریسرچ کے مطابق یہ ساکھی کہاں تک حقیقت کے مطابق ہے اور گورو ارجن جی نے اس ساکھی کو گورو گرنتھ صاحب سے کیوں باہر رکھا؟ جب کہ انہوں نے نام دیو کا شبد دو جگہ درج کر دیا۔ کیا اس کا مطلب نہیں کہ گورو ارجن جی کے زمانہ تک یہ ساکھی وجود میں نہیں آئی تھی۔ بعد میں وضع کی گئی یا کیا گورو ارجن جی نے مسلمانوں کو خوش کرنے کے لئے اس ساکھی کو گورو گرنتھ صاحب سے باہر رکھا؟

بھائی گورداس جی کی واراں میں سے اس کے متعلق جو کچھ لکھا ہے۔ اس کا اصلیت سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اس بارہ میں خاکسار نے اپنی چٹھی مورخہ ۔۔۔ میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ امید ہے کہ آپ کی تسلی ہو گئی ہوگی۔ اگر نہ ہوئی ہو تو مطلع فرمائیں خاکسار اس سلسلہ میں اور بھی بہت کچھ آپ کی خدمت میں پیش کر سکتا ہے۔ میں آپ کے جواب کا منتظر ہوں۔ براہ مہربانی جواب سے ضرور سرفراز فرما دیں۔ آپ کو یہ پتہ ہونا چاہیئے کہ کعبہ تمام اسلامی دنیا کا ایک قابل احترام مقدس مقام ہے جس طرح کہ ہرمندر صاحب سکھ دنیا کے لئے قابل احترام دھرم استھان ہے۔ آپ کا یا آپ کے کسی ہمخیال شخص کا گورو نانک جی کو تم دُب کر کعبہ کی توہین کرنا کوئی پسندیدہ بات نہیں۔ کیا اس قسم کی کوئی بات ہرمندر صاحب سے متعلق سکھ دنیا خوشی سے برداشت کر لے گی۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر ہم مسلمانوں کے قابل احترام کعبہ سے متعلق اس قسم کی بے ہودہ باتیں کیوں بیان کی جا رہی ہیں۔ اور ان میں آپ جیسے اہل علم لوگ بھی کیوں شامل ہو رہے ہیں۔

کوئی خدمت
خاکسار عبد اللہ گیانی

خاکسار کی اس آخری چٹھی کا جواب مکرم کرپال سنگھ صاحب ایم۔ اے۔ انچارج ہسٹری ریسرچ ڈیپارٹمنٹ خالصہ کالج امرتسر نے تادم تحریر نہیں دیا۔ اس خط و کتابت سے اس امر کی ضرور تصدیق ہو جاتی ہے کہ خدا تعالے کے مقدس مسیح (علیہ السلام) نے اس مسئلہ سے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہی صحیح اور درست ہے اور سمجھدار سکھ بھی زبان حال اور زبان قال سے اس کی تصدیق کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا غمخوار بھائی (بقیہ صفحہ ۳۴)

کوئی خدمت یا بات پسند آئی تو نہایت شفقت سے حوصلہ افزائی فرمائی۔ اس عاجز کو کبھی کبھی اپنے مکتوبات گرامی میں "عزیزم مکرم" سے بھی مخاطب فرماتے آہ! آں قدح بشکست و آں ساقی نماند۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک دعا رب اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی واجعل لی وزیرا من اھلی ھارون اخی اشدد بہ ازری واشرکہ فی امری کی نسبحک کثیرا و نذکرک کثیرا انک کنت بنا بصیرا قرآن کریم میں درج ہے آپ کو ایک منظم قوم کو راہ صواب دکھانے وہ مہم درپیش تھی۔ انہیں پیغام حق پہنچانا تھا اور وہ بے بسی کی کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔

حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء نے جب اسلام کی ایسی بیکسی کی حالت میں ہوشیار پور کے مقام پر دعائیں کیں تو اللہ تعالے نے ایک مسیحی نفس بیٹے کی بشارت دی تھی جس کے ہاتھوں اسلام دنیا کے کناروں تک پھیلے گا حضور علیہ السلام نے اپنے اس موعود بیٹے کی پشت پناہی کے لئے کیا کیا دعائیں نہ کی ہوں گی حضور کے خلافت سنبھالتے ہی ایسا خطرناک فتنہ کھڑا ہو گیا کہ اگر وہ کامیاب ہو جاتا تو احمدیت کی بنیادیں ہل جاتیں۔

خدا تعالے نے پہلے ہی یہ الہام کیا تھا کہ "مقام او مبیں از راہ تحقیر بدورانش رسولاں ناز کردہ" اگر ۱۹۱۲ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحیح مقام کی تعیین کے لئے مرد ے از غیب آتا اور اس جرأت کی ہمت اور عزم سے صاحبان اقتدار کے فتنے کو ختم کرتا تو بعد میں آنے والی نسلیں گذرے ہوئے وقت کو خود ایک دینی غلطی کے طور پر پیش کرتیں کہ جو اتنا عرصہ حضور علیہ السلام کو یہ کچھ سمجھا گیا پس اصلاح کا یہی وقت تھا اور وہی تھے مصلح موعود حضرت مسیح موعود علیہ السلام جیسے عظیم الشان مہدی و مسیح کے چند سال بعد ہی آیا تا حق و باطل میں ہمیشہ کے لئے تمیز کر دے۔ یہ کام چھوٹے پیمانے پر بالکل وہی تھا جو حضرت ثانی اثنین ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔

ایسے وقت میں ایک جوان بہت نہایت وفادار مزاج شناس۔ ہم خیال بھائی وزیر کی ضرورت تھی تو خدا تعالے نے حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو حضرت قمر الانبیاء کے وجود میں وہ پیارا بھائی دیا۔ جس نے اطاعت و وفا شعاری کا وہ نمونہ دکھایا کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس کی وہ اپنے بھائی کے ہر حکم کے آگے اس صدق سے سر تسلیم خم کرتی کہ کبھی اختلافات کا امکان ہی پیدا نہ ہوتا تھا اس نے اپنے بھائی کی پیچھے ہر قدم پیروی کی اور خدمت سے مضبوط کی۔ اس نے ذکر اور تسبیح سے ایک عالم کی فضا بھر دی۔

وہ خدا کا مبارک بندہ بلا شبہ جماعت کے لئے ماہ شب چار دہم تھا۔ وہ علم و فضل کا ایک سمندر تھا۔ وہ محبت و شفقت کا مجسمہ تھا اس کے پاس جانے سے دلوں کے زنگ دھلتے تھے اور روحیں روحانیت سے بھرتی تھیں۔ وہ مورخ تھا مفسر قرآن تھا۔ وہ فقیہہ تھا وہ ارشاد شریعت کا عالم بے بدل تھا۔ وہ محبت رسول میں اپنے بے مثال باپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سچا جانشین تھا وہ سلطان القلم کا وارث حقیقی تھا۔ وہ محبت الٰہی کے خزانوں کا مالک تھا۔ وہ تنہا تھا لیکن ایک امت تھا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

لیس علی اللہ بمستنکر ۔ ان یجمع العالم فی واحد

ایسے وجود صدیوں کے لئے برکتیں لا کر بطور بیج تقسیم کر جاتے ہیں۔

آہ کیسی پیاری صورت تھی جو آنکھوں سے اوجھل ہو گئی۔

جب دماغ سوچنا شروع کرتا ہے کہ کیسی بے مثال ماں تھی جیسے حضرت نے خود رؤیت خدیجۃ کہ اپنے مسیح کی زوجیت میں دیا اور جس نے یہ بیٹا جنا اور کتنا عظیم المرتبت تھا وہ باپ کہ آدم کے سے رنگ اور شرح صدر دیئے وہ قبل ب اس کے منتظر ہے جو جری اللہ فی حلل الانبیاء تھا۔ جس کی پاک صلب سے یہ بیٹا پیدا ہوا اور کیا عظیم المرتبت تھا خود وہ بیٹا کہ قمر الانبیاء کا خطاب لے کر آیا۔

خاکسار
میاں عطاء اللہ ایڈووکیٹ
از مانٹریال کینیڈا

الحمد للہ
ہم خدائے ذوالمنن کے شکر گزار ہیں کہ اسنے اپنے فضل سے آپکی اپنی کمپنی
طارق ٹرانسپورٹ کمپنی لمیٹڈ
کو بزرگوں کی دعاؤں اور آپ کے تعاون کے طفیل اتنی ترقی دی ہے کہ وہ اب مندرجہ ذیل روٹوں پر چل رہی ہے:-
لاہور - ربوہ - سرگودہا - جوہر آباد - قائد آباد - دریاخان
لائل پور - ربوہ - سرگودہا - جوہر آباد - قائد آباد - میانوالی
سرگودہا - ربوہ - چنیوٹ - پنڈی بھٹیاں - حافظ آباد - گوجرانوالہ
لاہور - اوکاڑہ - منٹگمری - عارف والہ - قبولہ - بہاولنگر
لائل پور - جھنگ - اٹھارہ ہزاری - گڑھ مہاراجہ - لیہ
لائل پور - شیخوپورہ - لاہور
سرگودہا - بھلوال - بھیرہ
سرگودہا - بھلوال - چک رامداس
سرگودہا - مارٹی لک - بھاوریاں
جھنگ - کوٹ شاکر - بھکر
(بیوپاری حضرات کے لئے بلٹیوں کا سسٹم موجود ہے اس سے استفادہ فرمائیں)
ہم امید کرتے ہیں کہ احباب آئندہ بھی حسب سابق اپنی کمپنی کے ساتھ تعاون فرماتے رہیں گے۔ اور اس کی مزید ترقی کے لئے دعا کرتے رہیں گے تاکہ ہم آپ کی بہتر خدمت سرانجام دے سکیں۔
خاکسار:- میرزا منیر احمد مینجنگ ڈائریکٹر کمپنی ہذا
ہیڈ آفس
۲۶ - دی مال لاہور
لاہور
بادامی باغ جنرل بس سٹینڈ
ربوہ
شاہراہ مبارک
سرگودہا
جنرل بس سٹینڈ
جوہر آباد
جنرل بس سٹینڈ
میانوالی
ریلوے روڈ
لیہ
ریلوے روڈ
فون:-
2700
2710
65570
54337
67
2435
2436
58
91
49

فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بعض وفات یافتہ بزرگ اور ممتاز خادم

حضرت قاضی محمد یوسف صاحب رضؓ
(وفات ۴ جنوری ۱۹۶۳ء)

حضرت مولوی حبیب اللہ صاحب آف اسنور کشمیر
(وفات ۲۷ نومبر ۱۹۶۲ء)
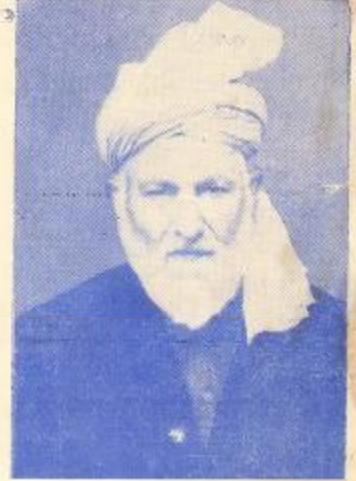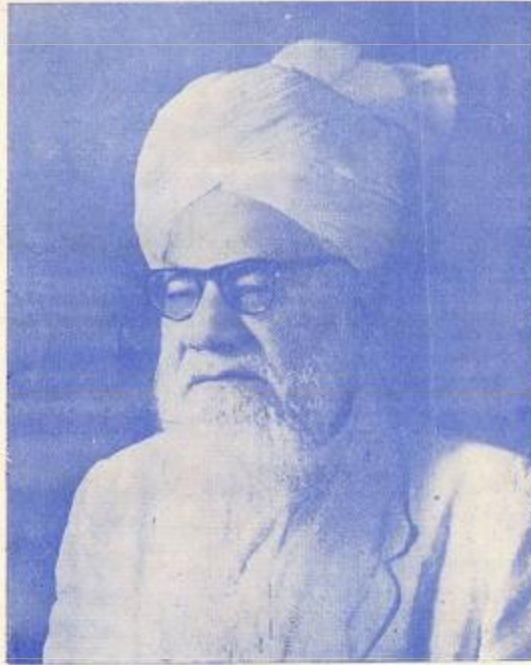
حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(وفات ۲ ستمبر ۱۹۶۳ء)

محترم خلیفہ عبدالرحیم صاحب آف جموں مرحوم
(وفات ۹ نومبر ۱۹۶۳ء)

محترم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی مرحوم
(وفات ۱۷ نومبر ۱۹۶۳ء)

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے جید و متبحر عالم

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(وفات ۱۵ دسمبر ۱۹۶۳ء)

ذکر الخیر للاخیار یبقیٰ

(نیک لوگوں کا ذکرِ خیر باقی رہتا ہے۔)

حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک طویل نظم ارتجالاً رقم فرمائی تھی جس کے اختتامی اشعار ہدیۂ قارئین کئے جاتے ہیں:

ذکر الخیر للاخیار یبقیٰ   وابقی الاتقیاء الاتقاء

نیک لوگوں کا ذکرِ خیر باقی رہتا ہے۔ اور تقویٰ متقیوں کے باقی رہنے کا سبب ہے۔

وندعوا اللہ یرحمھم جمیعاً   ویکرمھم کما یرجی العطاء

ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ ان تمام پر اپنا فضل کرے اور ان کو معزز بنائے۔ جیسے کہ اس کی عطا سے امید کی جاتی ہے۔

انا القدسیّ من تقدیس ربّی   وارجو منہ لی نعم الرّجاء

میں غلام رسول عرف قدسی اپنے رب کی تقدیس سے قدسی ہوں اور اللہ تعالیٰ سے بہترین امید کا طلب گار ہوں۔

واسئل کلّ ما یعطی بفضلٍ   جمیع المنعمین فلی العطاء

اور میں اللہ سے سوال کرتا ہوں جو ہر ایک کو اپنے فضل سے عطا کرتا ہے۔ اور تمام منعمین اور محسنین پر عطائیں کرتا ہے۔

امدّ یدیّ بین یدیہ سؤلاً   ومن باب الکریم فلی ارتجاء

میں اس کے سامنے اپنے سوال کے ہاتھ پھیلاتا ہوں۔ اور اسی کریم خدا کے دروازے پر امید لے کر کھڑا ہوں

وانّ اللہ ذو فضلٍ عظیم

بے شک اللہ تعالیٰ فضل عظیم کا مالک ہے۔

فیعطی من یّشاء ومایشاء

جس کو جو چاہتا ہے دیتا ہے۔

روحانی خزائن
وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے

روحانی خزائن
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اے فرزندانِ احمدیت

اگر تم اس مقصد کو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مندرجہ ذیل عبارات میں جماعت احمدیہ کا قرار دیا ہے حاصل کرنا چاہتے ہو۔ اور اگر تم شیطان پر غالب آنا چاہتے ہو اور اگر تم اپنے آپ کو اور اپنے اقارب کو اور اپنی اولادوں کو شیطان کے حملوں سے محفوظ رکھنا چاہتے ہو تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھو اور پھر پڑھو اور پھر پڑھو۔ تا ابدی نجات حاصل کرو اور خدا تعالیٰ کے بے شمار فضلوں کے وارث بن جاؤ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"جو شخص ہماری کتابوں کو کم از کم تین دفعہ نہیں پڑھتا اُس میں ایک قسم کا کبر پایا جاتا ہے" (سیرت المہدی حصہ سوم)

اور فرماتے ہیں:- "وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سُنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اُس نے بھی تکبر سے ایک حصّہ لیا ہے۔ سو کوشش کرو کہ کوئی حصّہ تکبّر کا تم میں نہ ہو تا ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ۔"

پھر حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:- "خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اُن تمام رُوحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں۔ کیا یورپ اور کیا ایشیا اُن سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کیلئے مَیں دنیا میں بھیجا گیا۔ تم اِس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے۔" (الوصیت)

نیز حضور علیہ السلام نے فرمایا:- "اِس تاریکی کے زمانہ کا نور میں ہوں۔ اور جو شخص میری پیروی کرتا ہے وہ ان گڑھوں اور خندقوں سے بچایا جائیگا جو شیطان نے تاریکی میں چلنے والوں کیلئے تیار کئے ہیں۔" (مسیح ہندوستان میں)

پس اپنے ایمان کی مضبوطی کیلئے اور اپنے اہل و عیال کو زمانہ کی زہریلی ہواؤں سے محفوظ رکھنے کیلئے اور اپنے غیر احمدی رشتہ داروں اور دوستوں کی ہدایت کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی **کتب خریدیں**۔ خود پڑھیں اور دوسروں کو پڑھنے کی تلقین کریں۔

"ملفوظات"

جہاں تک جماعت کی تربیت کا سوال ہے **ملفوظات** حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مرتبہ ایک لحاظ سے حضرت اقدس علیہ السلام کے کلام کی جملہ اقسام میں سے نمبر اوّل پر سمجھا جا سکتا ہے کیونکہ یہ حضورؑ کا وہ کلام ہے جو آپؑ اپنے احباب اور متبعین کو براہ راست مخاطب کرکے فرماتے رہے اور بیشتر طور پر حضورؑ نے ایسے حالات میں فرمایا ہے کہ جب حضورؑ کے مدّنظر جماعت کی رُوحانی تعلیم و تربیت کا پہلو تھا۔ اِس لئے جہاں تک تربیت اور اصلاحِ نفس کا تعلق ہے ملفوظات میں جملہ اقسام کے تمام کلام کی نسبت سب سے زیادہ ذخیرہ پایا جاتا ہے۔ احباب کو چاہیئے کہ وہ حضورؑ کے اس کلام کا جس قدر جلد ہو سکے اپنے اپنے گھروں میں درس جاری کریں۔

خاکسار

جلال الدین شمس

مینجنگ ڈائریکٹر **الشرکۃ الاسلامیۃ لمیٹڈ** گول بازار ربوہ

ضمیمہ روزنامہ الفضل سالانہ نمبر
ب
خوشخبری
خوشخبری
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام کُتب
۲۴ جلدوں میں
رُوحانی خزائن
بصورت سیٹ
سیف کا کام قلم سے ہے دکھایا ہم نے (مسیح موعود)
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جملہ کُتب بصورت سیٹ
۲۰×۲۶/۸ کے سائز پر شائع کی جارہی ہیں۔ اس سیٹ کی ہر جلد کے ساتھ اسّی سے سَو صفحات کا ردیف وار انڈکس (بصورت خلاصہ مضامین) بھی شائع کیا جاتا ہے جس سے مضامین کی تلاش میں سہولت پیدا کر دی گئی ہے۔ یہ سیٹ صرف ایک ہزار کی تعداد میں شائع کئے جارہے ہیں۔ اور اب تک تیرہ ۱۳ جلدیں شائع ہو چکی ہیں اور باقی جلدیں بھی جلد شائع ہو جائیں گی انشاءاللہ
اب صرف ان جلدوں کے چند سیٹ قابل فروخت باقی ہیں۔
احباب کرام کو یہ سیٹ جلد خرید کر لینے چاہئیں تا ختم ہونے پر انہیں محروم نہ ہونا پڑے۔ پورے سیٹ کی قیمت ۲۲۰ روپے ہے یکمشت قیمت ادا کرنے والوں کیلئے رعایتی قیمت ۱۹۰ روپے ہے
"ملفوظات" حضرت مسیح موعود علیہ السلام بصورت سیٹ
ہم بمسرت احباب کرام کو یہ خوشخبری سُنا رہے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کُتب کی طرح اب ہم حضور علیہ السلام کے ملفوظات بھی سلسلہ وار بصورت سیٹ شائع کر رہے ہیں۔ یہ ملفوظات کا سیٹ دس جلدوں میں ختم ہوگا جس میں سے چھ جلدیں شائع ہو گئی ہیں اور باقی بھی انشاءاللہ جلد شائع ہونے والی ہیں۔ پورے سیٹ کی رعایتی قیمت ۷۰ روپے علاوہ محصول ڈاک
ہم اپنے کرمفرماؤں سے درخواست کرتے ہیں کہ جس طرح انہوں نے حضور علیہ السلام کی کُتب کے سیٹ خرید فرمائے ہیں وہ "ملفوظات" کے سیٹ بھی خرید کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں اور شکریہ کا موقعہ دیں۔ یہ سیٹ جہاں آپ کی علمی اور روحانی ترقی کا موجب ہوگا۔ وہاں آپ کی نسلوں کی دینی اور روحانی تربیت و ترقی کا موجب بھی ہوگا۔ اُمید ہے کہ احباب ان گرانقدر جواہر پاروں کو حاصل کر کے ہمیں شکریہ کا موقعہ دیں گے۔ ملفوظات کی ہر جلد کی قیمت آٹھ روپے ہے۔ اور جو دوست حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے سیٹ کے خریدار ہیں ان کو سات روپے ہیں۔
الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ کی نئے سال کی پیشکش
۱۔ "ملفوظات" جلد پنجم و ششم
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمات طیبات جو جماعت احمدیہ کی تربیتی اور رُوحانی ترقی کے لئے مفید اور نہایت ضروری ہیں۔ یہ خزانۂ علم و عرفان ہر دو جلد مجلد ہدیہ آٹھ روپے فی جلد علاوہ محصول ڈاک جلد خرید فرمائیں۔
۲۔ فصل الخطاب لمقدمۃ اھل الکتاب
سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ معرکۃ الآراء تصنیف جو رد عیسائیت کے مبسوط دلائل پر مشتمل ہے اور امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر طلب فرمائیں۔ قیمت ساڑھے ۶ روپے فی جلد علاوہ محصول ڈاک۔
۳۔ فضائل القرآن
سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی جلسہ سالانہ کی چھ تقریروں کا مجموعہ جو قرآن مجید کے فضائل سے متعلق پُر معارف اور پُر حکمت مضامین پر مشتمل ہے۔ جلد طلب فرمائیں۔
ہدیہ علاوہ محصول ڈاک ساڑھے ۶ روپے صرف۔
سلسلہ احمدیہ کی تمام کتب نیز ہر قسم کا اسلامی لٹریچر قرآن مجید وغیرہ ہم سے طلب فرماویں
پتہ:۔ الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ گول بازار ربوہ
ضیاء الاسلام پریس

ناصر دواخانہ رجسٹرڈ ربوہ کی مقبولِ عام ادویہ کے متعلق بزرگانِ سلسلہ و احباب کی آراء

• محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ایم۔اے (آکسن) پرنسپل تعلیم الاسلام کالج و صدر صدر انجمن احمدیہ ربوہ تحریر فرماتے ہیں:-

"ناصر دواخانہ کا منجن "اکسیر پائیوریا" ایک عرصہ سے میرے استعمال میں ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے مَیں نے اسے بہت مفید پایا ہے۔"

"جزاهم الله هو الشافی"

• محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس ناظر اصلاح و ارشاد تحریر فرماتے ہیں:-

"مَیں نے بھی مفید منجن استعمال کیا ہے اور اسے دانتوں اور مسوڑھوں کی صفائی کے لئے مفید پایا ہے۔"

• مکرم جناب نور الدین صاحب باجوہ گورنمنٹ پریس کراچی تحریر فرماتے ہیں:-

"بندہ نے "مفید منجن" کو واقعی بہت ہی مفید پایا ہے میرے دانتوں کو ٹھنڈا پانی بہت تکلیف دہ تھا لیکن اس کے چند روزہ استعمال ہی سے بہت فائدہ ہوا ....
........"

• مکرم ملک سیف الرحمٰن صاحب مفتی سلسلہ تحریر فرماتے ہیں:-

"مفید منجن مَیں نے استعمال کیا ہے مَیں نے اسے بہت مفید پایا ہے۔"

• مکرم مولوی تاج الدین صاحب ناظم دار القضاء ربوہ تحریر فرماتے ہیں:-

"مَیں ایک عرصہ سے مفید منجن استعمال کر رہا ہوں مَیں نے اسے دانتوں کیلئے بہت مفید پایا۔"

حضرت مولانا نورالدین خلیفۃالمسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ